اسیرِ حرص

آغا حشر

اُردو مرکز
گنپت روڈ۔ لاہور

مکمّل ڈراما

اسیرِ حرص

آغا محمّد شاہ حشرؔ کاشمیری مرحوم

اُردو مرکز گنپت روڈ لاہور

تعداد ۱۰۰۰

مئی ۱۹۵۴ء

قیمت : ایک روپیہ آٹھ آنے

کراچی آفس

اُردو اکیڈمی سندھ
رحمت بلڈنگ نزد مُسافرخانہ
کراچی

(تعلیمی پریس لاہور)

اسیرِ حرص

تختۂ ناٹک

مردانہ کردار

چنگیز	ناصر کا چچازاد بھائی
ناصر	چنگیز کا بھائی
رستم	ناصر کی فوج کا سپہ سالار
صفدر	وفادار افسر
حماقت	ایک جھکّی اہلکار
سلیم	حماقت بیگ کا لڑکا
جھنجھٹ	حماقت بیگ کا نوکر
قمر	ناصر کا لڑکا

(علاوہ ازیں سپاہی - داروغہ - قاتل وغیرہ)

زنانہ کردار

نوشابہ	چنگیز کی بیوی
مہ جبیں	ناصر کی بیوی
نحوست	حماقت بیگ کی بیوی
حسینہ	سلیم کی بیوی

(اس کے علاوہ رقاصائیں اور سہیلیاں وغیرہ)

اسیرِ حرص

باب پہلا ——— سین پہلا

منظر: جنگل - آبشار

(سہیلیوں کا گانا)

گانا

سہیلیاں۔ دبنا ناتھ موہے ڈوبت اُتارو اگارو کرنا نہ سونیاں سے بجگے
بھول سے ادوھار کرو پار ہوگا مت دارو
سمرِو نام نسدن سرن کو جگ مجھ دھام۔ تمری دیا سے دھام جیا من سے
ہام۔ توکو تجے ڈوبے ساگر میں سنسار جاوے نہیں پار رہے منجدھار ہووے
مرنے دار، تیری لیلا۔ جوکوئی بھولا واکو نہیں ٹھار۔ حشر کو سہارو!

دوہرا

پہلی: بہار آئی ہے ہر سو رنگ رلیوں کا زمانہ ہے
زباں پر بلبلوں کی شادیٔ گل کا ترانہ ہے

دوسری: چمک دیتے ہیں کیا پانی کے قطرے صبح روشن میں
ٹکی ہیں موتیوں کی جھالریں صحرا کے دامن میں

تیسری: مزیّن گل زمین و کوہ فرش مخملی سے ہے صدا آتی مبارکبادی ہر ہر کلی سے ہے

چوتھی : اری چپ چپ شہنشاہ بیگم تشریف لارہی ہیں۔

گانا

سہیلیاں : چلتی چپلا چنچل چال سندریا البیلی
جوبن رسماتی ڈولے، نین امرت رس گھولے

دوہرا ایک تو نیناں مدھ بھرے دوجے انجن سار
اے گوری کہیں دیت ہے جوبنا ای ہتھیار

آہا آہا شان نرالی، اوہو اوہو بھولی بھالی، نئی نویلی ہے نار — چلتی چپلا۔۔

(نوشابہ بیگم کا زنانہ سے آواز دیتے ہوئے آنا)

نوشابہ : گلشن!

گلشن : پیاری!

نوشابہ : دیکھو قدرت کی گُل کاری ؎

آمد جو باغ دہر میں بادِ صبا کی ہے — پھولوں میں بھی یہ رنگ ہے قدرت خدا کی ہے
کیا کیا کھلے ہیں پھول جو پہچان جائیے — اُس باغباں کی شان کے قربان جائیے

گلشن : واری گئی، پیاری کیا اس پھلواری کے پھولوں سے زیادہ بہار ہے
جو اس قدر تعریف کا سزاوار ہے ؎

بلبل جو ایسے پھول کو پہچان جائے گا
ان گورے گورے گالوں پہ قربان جائے گا

سہیلی ۲ : ؎ اس وقت تو شوخی و حیا اور ہی کچھ ہے
یہ چاند سا منہ نام خدا اور ہی کچھ ہے

گلشن : ؎ معشوق تو یوں ہوں گے زمانے میں ہزاروں
پر آپ کا یہ حسن و ادا اور ہی کچھ ہے

نوشابہ : گلشن، اس وقت جو تم نے میری تعریف سُنائی، رعنائی اور زیبائی بتائی

مجھے ہرگز پسند نہ آئی۔

گانا

موری کاہے کرت ہو بڑائی ۔ سجنی موری .....

جگ میں ہیں لاکھن صورت انیک حور، رب کی دیا سے موہے گرب گمان ناہیں، جگوا کو کرد بھرپور، کھوٹ بنے نور۔ کرتار کریو پار، جب ہووے دکھ دور۔ موری کاہے ....

دوہرا: ہمیں میں فقط دل ربائی نہیں ہے
ہمیں نے پری شکل پائی نہیں ہے
زمانہ میں ہے ایک سے ایک بڑھ کر
حسینوں سے خالی خدائی نہیں ہے

موری کاہے .....

گلشن: ؎ آج کا دن تو ہے عیش و کامگاری کے لئے
شاہ کیا بھیجیں گے تحفہ آپ پیاری کے لئے

نوشابہ: ؎ وعدہ تو کیا تھا تجھے بھجواتے ہیں تحفہ
اب دیکھئے کب آتے ہیں کیا لاتے ہیں تحفہ

گلشن: پیاری آپ تحفہ تو لیجئے گا مگر اس کے بدلے میں انھیں بھی کچھ دیجئے گا؟

نوشابہ: میں تو انھیں پہلے ہی دے چکی ہوں۔

گلشن: کیا؟

نوشابہ: دل!

گلشن: واہ جی واہ! یہ تو اُن کی جان فدائی کا عوض ہے۔ خیر دیجئے گا نہیں تو کچھ کھلائیے گا، پلائیے گا؟

نوشابہ: ہاں کھلانے پلانے کو تو سب کچھ تیار ہے، لیکن اُن کو کیا درکار ہے؟ زردہ

متنجن، بریانی، شیرمال، وغیرہ سب کچھ تیار ہے۔

گلشن: واہی ما ما! ایسے کھانے تو اُنھوں نے بہت کھائے ہوں گے۔ آج تو کوئی ایسی چیز ہو جو اُن کو عزیز ہو۔

نوشابہ: تو کیا چاہئے بنارس کے سنبوسے؟

گلشن: جی نہیں!

نوشابہ: تو؟

گلشن: ان گورے گورے گالوں کے بوسے

سب: بوسے؟

گانا

گورے گورے گالوں کی جان۔ لمبے لمبے بالوں کی شان۔ مان مان او پیاری مان۔ آن بان پہ واری جان۔ عاشق کو بوسہ دیتے ہیں کیوں ہو پریشان۔ اجی واہ وا، اجی واہ وا بوسہ تو ہے اس جوبن کا دان! اجی واہ وا! اجی واہ وا!

چوبدار:
اے گل خوبی ترے اقبال میں ایزاد ہو
دوست ہو دل شاد دشمن خانماں برباد ہو
آپ کو بھیجا ہے تحفہ شاہِ والاجاہ نے
حاضرِ خدمت کیا جائے اگر ارشاد ہو

(دلاور جنگ کا مع صفدر جنگ کے آنا)

نوشابہ: تحفے کے ساتھ گرفتار ہے یہ کیا اسرار؟ گلشن ادھر آؤ، کشتی پر سے ظروف اُٹھاؤ۔

گلشن: اوئی اوئی بیوی خون، خون

نوشابہ: ہیں ہیں کیا ہو گیا جنون؟ ٹھیر میں خود دیکھتی ہوں (دیکھ کر) اُف خون!

تعجب ہے مجھے آنکھوں نے کس حیرت میں ڈالا ہے
الٰہی خیر کرنا اس جگہ کیا ہونے والا ہے

(قیدی سے) کیوں اے گرفتار قیدی، آپ کو کس نے سزا دی ؟

صفدر: جس نے نمرود کا زور ڈھایا اور ضحاک کو خاک میں ملایا

نوشابہ: مگر وہ تو تھا امر الٰہی -

صفدر: یہ بھی ہے اک تباہی !

نوشابہ: صاف صاف حال بیان کیجئے، میرا اطمینان کیجئے - کیونکہ آپ کے چہرے سے شرافت پائی جاتی ہے -

صفدر: ؎ مٹ چکی اُس دن سے بس ساری شرافت چھوٹ کر
گر پڑی تلوار جب ہاتھوں سے میرے ٹوٹ کر
اب تو بے عزت ہوں ننگِ خانداں ہوں خوار ہوں
ایک قیدی ہوں ذلیل و خوار ہوں لاچار ہوں

نوشابہ: کیا تلوار ہاتھ سے گئی تو شرافت بھی ذات سے گئی ؟

صفدر: جی ہاں جب تک تلوار ہاتھ میں ہے، شرافت بھی ساتھ میں ہے - جب میدانِ جنگ میں ذلت اُٹھائی، تلوار چھنوائی - پھر کہاں رہی شرافتِ آبائی ؎
جن کو عزت کی جگہ بے غیرتی مرغوب ہے
ایسے جینے سے تو اُن کا ڈوب مرنا خوب ہے

نوشابہ: تو کیا یہ بھی کسی آپ کے ساتھی کا سر ہے جو خون میں تر ہے ؟

صفدر: آہ ؎
نہ پوچھو یہ کس آسماں کا ہے تارا سمجھ لو کہ ہے موت نے اُس کو مارا

نوشابہ: تو یہ بھی کوئی بہادر یا صاحبِ دماغ تھا ؟

صفدر: آہ ! افسوس ! بانو یہ میرے اندھیرے گھر کا چراغ تھا -

نوشابہ: ہیں تو یہ ہے آپ کا بیٹا ؟

صفدر: جی ہاں! وہی قسمت کا ہیٹا، جو موت کی گود میں لیٹا ؎

پھول تو دو دن بہارِ جاں فزا دکھلا گئے
حسرت اُن غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مرجھا گئے

نوشابہ: بس بس اے مظلوم انسان، آپ کے بیان سے میرا کلیجہ منہ کو آتا ہے، دل گھبراتا ہے۔ اب تو اس زخم کا مرہم یہ نظر آتا ہے ؎

اب تلک رنج سہے موردِ بیداد ہوئے
جائیے آپ غمِ قید سے آزاد ہوئے

صفدر: اے عصمت و جمال کی ملکہ! کہاں جاؤں؟ مجھ جیسے بہادر صف شکن کو چرخ نے چرخ کی طرح گھمایا۔ ملک غیر، ریاست غیر، اُس پر طرّہ یہ کہ ایک دشمن خونخوار سے بیر۔ پھر کس طرف اپنی جان بچاکر جاؤں اور آپ کو اس مصیبت میں پھنساؤں۔ بس اب تو یہی نظر آتا ہے ؎

چرخ نے ظلم و ستم کا جب سے مارا تیر ہے — سر جلا سینہ پھنکا اور دل ہوا نخچیر ہے
لوحِ دل پر دستِ قدرت نے کیا تحریر ہے — خاک کا پتلا بنا اور خاک کی تصویر ہے
خاک میں مل جائیں گے اور خاک دامنگیر ہے

نوشابہ: بیٹے نے تو بہادری دکھائی، تلوار چھنوائی، جان گنوائی۔ اب تم بھی اپنی جان کو برباد کروگے تو کیا بہادر بیٹے کی روح کو شاد کروگے؟ ؎

مٹی ہی میں مٹی جو ملانی ہے بدن کی
بہتر ہے ملادو اسے مٹی میں وطن کی

صفدر: بانو بانو! تو کیا آپ کی زبان سے مرحوم کی روح بول رہی ہے۔

نوشابہ: ہاں ہاں تمہاری فہمائش کے لئے وہی زبان کھول رہی ہے۔

صفدر: خیر مجبوری۔ بجالاتا ہوں حکم حضوری ؎

جوہر بہادری کے جو ہوں گے سرشت میں
بیٹے سے جا ملوں گا ریاضِ بہشت میں

(صفدر کا طشت اُٹھا کر لے جانا)

نوشابہ: یاالٰہی میری آنکھوں کو کیا ہیبت ناک نظارہ دکھایا۔ کیا میرا سمجھانا اُلٹا رنگ لایا ؎

عضب ہے اُس بتِ کافر پہ اپنا دم نکلتا ہے
نیا تابوت جس کے کوچے سے ہر دم نکلتا ہے

(بگل کی آواز کا آنا) گلشن یہ بگل کی آواز کہاں سے آئی؟

گلشن: بانو صاحبہ! شاید صاحب عالم کی سواری بادِ بہاری۔

گانا

سہیلیاں: چلو گوئیاں ٹھمک چال جنیاں۔ سجن تورے آئیں گے، اجی سجن تورے آئیں گے۔ چلو گوئیاں ......

نوشابہ: اجی آئیں گے تو ہم سمجھائیں گے، دلبر کی قسم۔

سب: اُس کے سر کی قسم

نوشابہ: ہاں ہاں جاؤ، دلبر کو بلاؤ، نین میں بٹھاؤ، بچن سناؤ۔ نگن بناؤ چلو گوئیاں ......

سب: سجن تورے آئیں گے۔ چلو گوئیاں ......

چنگیز: اللہ اللہ آج تو غضب کا نکھار ہے۔ بہار پر بہار ہے۔ چشم بد دور جانی، یہ حسن و جوانی، اُس پر پوشاک دھانی، قیامت کی نشانی ؎

تم دستِ نازنیں سے جو چھو لو چمن کے پھول — کلیاں تمام باغ کی رہ جائیں بن کے پھول
تم پر فدا ہزار کلی، ہر کلی کا رنگ — تم پہ نثار لاکھ چمن، ہر چمن کے پھول

نوشابہ: مگر اے گُلِ گلزار! میرے باغ حسن کی بہار، تمہارے دم سے ہے آشکار ؎

تجھ سے ہی میری شوکت دلدار ہو گئی ہے — یوسف سے آب و تاب بازار ہو گئی ہے
ہم تم چمن میں جا کر دونوں ٹہل رہے ہیں — بلبل میں اور گُل میں تکرار ہو گئی ہے

گانا

انبوا کی ڈاری تلے آ ڈ ری ۔ جھولنا جھلاؤ ری
بھولے پیا سنگ دھڑکے اُمنگ ، جھولوں جھولاؤں ۔ ریشم کی ڈوری بندھاری
انبوا کی ڈاری ......

سہیلیاں

دوہرا ؎

جھولنے والی ہے رشکِ گل لالا جھولا	جل کے بلبل تو رگِ گل کا بنالا جھولا
آج دکھلائے گا انداز نرالا جھولا	چاند پیاری ہے تو بن جائیگا ہالا جھولا
پیارا لاثانی ہے ۔ پیاری دلِ جانی ہے	جوڑی سہانی ہے ۔ مکھڑا نورانی ہے

نوشابہ: چنچل دیوانی ہے ۔ ہل ہل پینگ جھلاؤ ری ۔ انبوا کی ڈاری .....
چنگیز: خیر یہ تو فرمائیے وہ تحفہ میرا قبول ہوا ، مطلب حصول ہوا ؟
نوشابہ: ؎ ثبوت شکر کا باہر مری زبان سے ہے
تمہارا تحفہ تو مجھ کو قبول جان سے ہے

مگر پیارے ایک سوال ہے !
چنگیز: فرمائیے وہ کیا خیال ہے ؟
نوشابہ: کمہار جو مٹی کا کھلونا بناتا ہے وہ کس کام آتا ہے ؟
چنگیز: اس سے دل بہلایا جاتا ہے ۔
نوشابہ: اگر وہ کمہار کے ہاتھ سے چھوٹ جائے یا ٹھوکر سے ٹوٹ جائے ؟
چنگیز: تو کمہار کو سخت ملال ہوگا ۔
نوشابہ: کیوں ایسا خیال ہوگا ؟
چنگیز: کیونکہ اُس شخص نے کمہار کی محنت برباد کی ۔
نوشابہ: واہ وا ! سبحان اللہ خوب بات ارشاد کی ۔ آپ سے میں دریافت کرتی

ہوں پیارے، کہ کمہار کو اپنے مٹی کے کھلونے کے ٹوٹنے کا اس قدر ملال ہوگا تو اس قدرت کے مصوّر کو اپنے بنائے ہوئے کھلونے کے ٹوٹنے کا کس قدر خیال ہوگا ؟

چنگیز: اخاہ! کہہ گئیں ڈھنگ سے سارا مطلب خوب سمجھا میں تمہارا مطلب
مگر یہ بھی جانتی ہے دلدارا! جس کا میں نے سر اُتارا وہ کون تھا ستم آرا ؟

نوشابہ: ہاں کوئی دشمن تمہارا۔

چنگیز: تو کیا دشمن کو چھوڑ دینا چاہئے، سانپ کو دیکھ کر لاٹھی کو توڑ دینا چاہیے ؟

نوشابہ: دشمن کے ساتھ نرمی اور مہربانی کرنا کیا خلافِ انسانیت ہے ؟

چنگیز: اگر مہربانی سے وہ شیر ہو جائے

نوشابہ: ممکن نہیں وہ دلیر ہو جائے۔

چنگیز: نوشابہ جانی! بہادری آگ ہے اور نرمی دریا کا پانی۔ جس طرح پانی کی لہر آگ کے دہکتے ہوئے سمندر کو بجھا دیتی ہے اُسی طرح ذرا سی نرمی تمام عمر کی بہادری کو خاک میں ملا دیتی ہے۔

نوشابہ: تو کیا جو لوگ کسی کو بے قصور مارتے ہیں، اُن کو بھی لوگ بہادر کہہ کر پکارتے ہیں ؟

چنگیز: ہیں! یہ اشارہ کس کی طرف ہے ؟ تمہارے خیال میں میں نے اُسے ناحق مارا ہے۔ وہ تو کتوں سے نچوائے جانے کا سزاوار تھا۔ کیونکہ وہ کمبخت ناصرالدولہ کی فوج کا سپہ سالار تھا۔

نوشابہ: اے گُل گلزارِ رعنائی! چچا زاد بھائی اور اُس سے بُرائی! کہیں ایسا بھی ہوتا ہے پیارے، کہ عزیز اپنے کا سر اُتارے ؟

چنگیز: کیوں نہیں ؟

موقع پہ چھوڑتے نہیں دشمن کی جان کو
کھاتے ہیں کاٹ دانت بھی اکثر زبان کو

نوشابہ: لڑائی تو پہلے آپ ہی نے اُٹھائی ؎

سلطنت پائی جو اُس نے باپ کی — کونسی اس میں خطا کی آپ کی

چنگیز: تو کیا میں چچا کے مال میں کوئی حق نہیں رکھتا؟

نوشابہ: نہیں! ہرگز نہیں! جب بیٹا موجود ہے تو بھتیجے کا حق نابود ہے۔

چنگیز: حق نابود ہے تو اسے ہست کروں گا، نوکِ شمشیر سے دشمن کو لپٹ کروں گا ؎

عزیزا اُس کو تو بے شک لشکرِ جرار پہ ہوگا — مگر جب ہاتھ میرا تیغ جوہردار پہ ہوگا
سماں محشر کا اُس دم دیکھنا تکرار پہ ہوگا — بیانِ الاماں تب ہر لبِ گفتار پہ ہوگا
کہ جب سر کٹ کے موذی کا مری تلوار پہ ہوگا

نوشابہ: کیا یہی تلوار ہے؟

چنگیز: ہاں یہی تلوار ہے۔

نوشابہ ؎ ہاتھ میں جب کسی نادان کے آجاتی ہے
عقل و دانائی کی جڑ کاٹ کے کھا جاتی ہے

چنگیز: کیا تم میرے کام میں عیب نکالتی ہو؟

نوشابہ: بے شک میں تمہارے کام میں عیب نکالتی ہوں۔

چنگیز: کیوں کس لئے؟

نوشابہ: اس لئے کہ تمہارے دامن سے خونِ ناحق کا دھبہ دھل جائے اور تمہارا نام آج سے نیک ناموں میں مل جائے ؎

یاد کیونکر آئے لوگوں کو بھلائی آپ کی — اک زمانہ کرنے بیٹھے جب برائی آپ کی
بڑھ گئی ہے کس قدر اب خودنمائی آپ کی — صلح پہلے جن سے تھی اب ہے لڑائی آپ کی

چنگیز: جہنم کا غار بند کرنا آسان ہے، مگر لوگوں کا منہ بند کرنا مشکل ہے ؎

نہیں ہے ہمیں کچھ خدائی سے مطلب — برائی سے مطلب بھلائی سے مطلب
اُنھیں کو ہے شوکت نمائی سے مطلب — جو رکھتے ہیں کچھ خودنمائی سے مطلب
مگر ہم کو تیغ آزمائی سے مطلب

نوشابہ: سنا ہے وہاں لشکر کا اہتمام ہے۔
چنگیز: تو کیا مضائقہ ہے۔ فتح ہمارے ہی نام ہے۔ کمہار کی ایک سال کی محنت اور لاٹھی کا ایک گھڑی کا کام ہے۔ نوشابہ جانی! جتنا تم میں حسن ہے اتنا سمجھداری کا شعور نہیں۔
نوشابہ: اور آپ میں جتنی بہادری ہے اتنا فکر و غور نہیں۔
چنگیز: نوشابہ! نوشابہ! تمہاری زبان بیان سے زیادہ کرخت ہے۔
نوشابہ: اور میری زبان سے زیادہ آپ کا دل سخت ہے۔
چنگیز: میرے دل کی سختی بہادری کا خزانہ ہے۔
نوشابہ: اور میری زبان کی سختی سچائی کا تازیانہ ہے۔
چنگیز: شوہر کا حکم ماننا عورت کا سنگار ہے۔
نوشابہ: دشمن پر رحم کرنا بہادر کا شعار ہے۔
چنگیز: ہرگز نہیں۔ جب تک میری جان میں جان باقی رہے گی، ناصرالدولہ کی جان کی مشتاق رہے گی۔
نوشابہ: مگر پیارے یہ ایک تلوار ہزاروں کا جھگڑا کیونکر چکائے گی؟
چنگیز: ابھی تم کو یہ دکھائے دیتا ہوں۔ جس طرح یہ ایک کے جگر میں سمائے گی اسی طرح سینکڑوں کی رگوں سے جان کھینچ کر باہر لائے گی۔
نوشابہ: الٰہی توبہ! کوئی اور خون کرنا منظور ہے؟
چنگیز: بے شک تم کو یہ نقشہ دکھانا ضرور ہے۔
نوشابہ: کس غریب کا؟
چنگیز: ایک بدنصیب کا۔
نوشابہ: رحم! پیارے چنگیز رحم!
چنگیز: بس رحم کو آگ لگاؤ۔ لاؤ۔ لاؤ، اس قیدی کو لاؤ۔
نوشابہ: قہ قہ قیدی

چنگیز: قیدی کہنے میں کیوں انتشار ہوا؟ کیا وہ قیدی فرار ہوا؟

نوشابہ: نہیں۔

چنگیز: تو؟

نوشابہ: اُس کو.....

چنگیز: کیا....

نوشابہ: میں نے.....

چنگیز: تونے؟ کیا؟

نوشابہ: چھوڑ دیا۔

چنگیز: آہ! سب منصوبہ توڑ دیا۔ او نادان! نافرمان! مجھے تونے آتے تو دیا ہوتا۔ تجھ سے اتنا بھی نہ ہو سکا۔

نوشابہ: جناب عالی! جب ایک چیز آپ نے مجھ کو دے ڈالی، میں اُس چیز کی مالک و والی۔ پھر آپ کا دعوے ہے خالی۔

چنگیز: بس بس خوب بنائی۔ بے وقوف یہ ڈھٹائی۔ چلی جا نا سزائی!

(نوشابہ کا جانا)

خیر کہاں جاتا ہے سودائی، تو سہی جو پھر زنجیر نہ پہنائی (دستک دینا) دلاور! دلاور!

ع نصیب اُس کا مری غفلتوں سے جاگ گیا
شکار مجھ کو ملا تھا وہ آج بھاگ گیا
تلاش اُس کی ابھی جا کے دور دور کرو
کسی طرح سے بھی حاضر اُسے ضرور کرو

(سب کا جانا)

سین ختم

باب پہلا ـــــــــ سین دوسرا

منظر: جنگل اور چنگیزی کیمپ

پہلا سپاہی: مرزا صاحب ہٹئے۔
مرزا احماقت بیگ: اوں ہوں، میں تو نہیں ہٹنے کا۔
پہلا: مرزا صاحب سنتے ہو؟
مرزا: میں تو سنتا ہوں مگر مرزا صاحب نہیں سنتے۔
دوسرا: تو کھڑے رہو۔
مرزا: تو اڑے رہو۔

(دونوں کو آکر تیسرے سپاہی کا الگ کر دینا)

تیسرا: کہئے مرزا صاحب مزاج تو اچھا ہے؟
مرزا: ارے بھائی! مردوں کو اس نام سے ہراس ہوتا ہے۔ مزاج تو عورتوں ہی کے پاس ہوتا ہے۔ کہو دوست کیسی کٹی؟
دوسرا: بہت اچھی کٹی۔
مرزا: بھائی آجکل عورتوں کا مزاج ہے۔ اُن کے واسطے مِسّی، کاجل، ساڑی چولی سب کچھ لانا پڑتا ہے اور اوپر سے جوتیاں کھانا پڑتا ہے۔
پہلا: مرزا صاحب! بہادر مرد بھی عورتوں کے ہاتھ سے جوتیاں کھاتے ہیں؟
مرزا: ارے نادان! آجکل عورت کی جوتیاں کھانے میں بڑائی ہے۔ بڑے بڑے امیر کبیر شہنشاہ تک گھر میں تو عورتوں کی جوتیاں کھاتے ہیں اور باہر آکر مونچھوں پر تاؤ چڑھاتے ہیں اور خان بہادر کہلاتے ہیں۔ دراصل یہ جوتیاں نہیں ہیں بلکہ بہادری کا سرٹیفکیٹ ہیں۔ میں خود ہی کبھی کبھی اپنے شوق سے جوتیاں کھاتا ہوں

سپاہی: (قہقہہ لگا کر) ارے واہ

مرزا: یار معلوم ہوتا ہے کہ تم نے ابھی شادی نہیں کی ہے۔ (بگل کی آواز کا آنا)

گانا

سہیلیاں: پل پل تن من دھن وار وارے پران پیارو، چھل بل دارو،
نینن کے نینن سے چتون چلائے گیو، جادو مورے ڈار و لے
پیا کے درس بن موہے کل نہ پڑت۔ کٹت رین گن گن تارو رے
اے ری آلی موری، کچھو نہ سہائے موہے
پل پل نینوا کی آن بان یاد آوت، ساتھ لگت کٹاری
نرناری، پیا کر گیو موکو نیارو رے۔

(دلاور چنگیز کا آنا)

دلاور: اے شاہِ نامدار! شہنشاہِ ذی وقار حاضر ہے یہ گنہگار
لایا ہوں پکڑ اس کو بڑی جدوجہد سے جاتا یہ کہاں صید ہے تیر کی زد سے

چنگیز: کیوں مغرور! او مغرور! عورتوں سے کرنا حیلہ و بہانہ، فریب دے کر بھاگ جانا۔

صفدر: اے شہ زمانہ! جس نے بیٹے کا سر کٹتے وقت نہ کیا حیلہ و بہانہ۔۔۔
ایک عورت سے کیسے کرے گا حیلہ و بہانہ!
ہوتا نہیں ہے خوف بہادر کو موت سے
کرتے ہیں وہ گریز جو ڈرتے ہیں موت سے

چنگیز: بھاگ کیوں نکلا تھا جو ڈر موت کا کچھ بھی نہ تھا
کیا جہنم کو چلا تھا جو خطر کچھ بھی نہ تھا

صفدر: ہاں جہنم میں صاحب جہنم میں۔

چنگیز: کیوں؟ کس لئے؟

صفدر: اس لئے کہ میں وہاں جاکر دیکھوں کہ وہاں صرف شیطان ہی کی بادشاہی ہے یا مجھ جیسے اسیرِ حرص کی بھی شہر باسی ہے۔

چنگیز: او خانہ خراب! یہ کیا جواب؟ جہنم میں اور میری بادشاہی! کیا مجھ کو بھی شیطان کے برابر سمجھتا ہے واہی؟

صفدر: جی نہیں۔

چنگیز: تو؟

صفدر: وہ کم اور آپ زیادہ!

چنگیز: او سفید بالوں والے غلام! چھوڑ دے یہ خیال خام۔ کیا نہیں دیکھا اپنے بیٹے کا انجام؟

صفدر: جی ہاں بیٹے کا انجام تو دیکھ چکا، اب تمہارا انجام باقی ہے، جس کی دل کو مشتاقی ہے ؎

دیکھیں کیا رنگ دکھاتا ہے یہ پیارا انجام | دیکھیں کس گھاٹ کا دیتا ہے سہارا انجام
پہلے فرعون کا انجام تو سب نے دیکھا | اب فقط دیکھنا باقی ہے تمہارا انجام

دلاور ؎ کس قدر گستاخیاں پیدا ہیں اس گفتار سے
اس کی باتوں کا جواب اب دیجئے تلوار سے

چنگیز: اچھا تو بتا سکتا ہے کہ دشمن کی فوج جتنی ہے۔ وہ شمار میں کتنی ہے؟

صفدر: جتنے اس میدان میں ریت کے دانے ہیں، اتنے ہی ہماری فوج میں مرد مردانے ہیں۔

چنگیز: بس اسی قدر؟

صفدر: جی نہیں میں بھولتا ہوں۔ جتنے ان جنگلی درختوں میں پتوں کے خزانے ہیں اتنے ہی ہماری فوج میں مرد سیانے ہیں۔ بلکہ اس قدر جنگی سپاہ ہیں جس قدر تیرے نامۂ اعمال میں گناہ ہیں۔

چنگیز: بے ادب! ادب کے قریب ہو تاکہ موت کے بدلے فیض نصیب ہو۔

صفدر: قیدی؟ قیدی تو سارا زمانہ ہے جس میں تم جیسے بدمعاشوں کا ٹھکانا ہے۔
دلاور: خیر! ؎

قیدخانہ جو زمانہ ہے دکھائی دیتا
میں تجھے قید سے ہوں آج رہائی دیتا

(دلاور جنگ کا صفدر کو گولی سے اڑا دینا)

باب پہلا ——— سین تیسرا

محل

(جھنجھٹ کا چھینکتے ہوئے آنا)

جھنجھٹ: آچھیں! آچھیں! آچھیں! الٰہی خیر، یہ چھینکیں ہیں یا بندوق کے فیر۔ صبح ہی صبح میرا ہاتھ کھجلایا تو میں سیدھا یہاں آیا کہ ضرور کچھ نہ کچھ ملے گا مگر یہاں آیا تو کچھ نہ پایا۔

مرزا: سلارو! ارے او سلارو!

جھنجھٹ: ہیں یہ کون؟ حماقت بیگ! کم بخت کا پیٹ ہے یا پلاؤ کی دیگ یہ کم بخت بھی عجیب ناہنجار و نابکار ہے۔ سن دیکھئے تو ساٹھ کے بھی پار ہے اور صورت دیکھئے تو خاصا ناہنجار ہے۔ اور سیرت دیکھئے تو ایک کمسن عورت یعنی میری بی بی حسینہ بیگم پر بے سمجھے بوجھے نثار ہے۔ مگر اس کو نہیں معلوم کہ وہ تو اس کے بیٹے سلیم کی دلدار ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ سلیم کو خبر ہو جائے۔ اگر ہو گئی تو عجب نہیں کہ باپ کو چچا ہی بنا کر چھوڑے — ارے یہ کمبخت ادھر کو ہی آتا ہے۔ اب ذرا چھپ کر دیکھوں کہ کیا رنگ لاتا ہے۔

(جھنجھٹ کا چھپ جانا اور حماقت بیگ کا آنا)

مرزا: فکر فکر فکر! جتنی فکر مجھ کو ہے اتنی فکر اگر کوئی ساہوکار کرتا تو مفلس بنیک

کا حصہ دار بن جاتا۔ اگر کوئی ناٹک کا منشی کرتا تو اُس کا نیا کھیل پاس ہو جاتا۔ اگر جنرل کوپر کرتا تو ٹرانسوال کا ستیاناس ہو جاتا۔ کم بخت مجھے جورو بھی ملی ہے تو عقل سے خالی۔ ایک درجن بچے دینے والی۔

جھنجھٹ: (خود) باپ رے!

مرزا: اُس پر طرّہ یہ کہ ایک نوجوان لڑکی کا عشق۔ یعنی حسینہ کا عاشق کہلایا ہائے ہائے پیاری حسینہ! اب کیسے ہوگا جینا! (اپنا گلا دبانا)

جھنجھٹ: (ظاہر ہو کر) اجی مرزا صاحب یہ آپ کیا کرتے ہیں؟

مرزا: مرتے ہیں اور کیا کرتے ہیں۔

جھنجھٹ: نہیں میں تو آپ کو نہیں مرنے دوں گا۔

مرزا: ہیں! کیوں نہیں مرنے دے گا؟ تو کوئی خدائی فوجدار ہے یا بیمہ کمپنی کا حصہ دار ہے تجھے ہمارے مرنے جینے سے کیا سروکار ہے؟

جھنجھٹ: اجی اور تو کچھ نہیں۔ صرف یہ خیال ہے کہ اگر آپ مر جائیں گے تو دنیا سے ایک بے وقوف کم ہو جائے گا۔

مرزا: ارے کیا کہا؟ ہیں کیا کہا؟ (مارنا)

جھنجھٹ: اجی نہیں حضور میں بھولا۔ دُنیا سے ایک عقل مند کم ہو جائے گا معاف کیجئے گا حضور! چمڑے کی زبان تھی پھسل گئی۔

مرزا: ہاں ہاں یار تو سچ کہتا ہے۔ آگے ایک گھسن چکر تھا وہ بھی مر گیا۔ لال بجھکڑ تھا وہ بھی مر گیا۔ اب خدانخواستہ اگر میری بھی پائمالی ہو جائے گی تو ساری دنیا عقل مندوں سے خالی ہو جائے گی۔ کیوں دوست کیسی کہی؟

جھنجھٹ: بہت اچھی کہی۔

مرزا: مگر یہ تو بتا بدلگام، میرے گھر میں تیرا کیا کام؟

جھنجھٹ: اجی میاں! بیوی نے شیرینی بھجوائی تھی وہ دینے آیا تو بیگم صاحبہ نے فرمایا کہ میاں کو بُلا لا۔

مرزا: بیگم ؟ کون بیگم ؟

جھنجھٹ: اجی وہ آپ کی نحوست بیگم بلاتی ہیں۔ قہوہ پینے کو فرماتی ہیں۔

مرزا: (منہ بنا کر) ہوں، ایک تو میں خود ہی صبح صبح گرم ہو رہا ہوں اُس پر طرّہ یہ کہ قہوہ پینے کو بلاتی ہیں۔ جا اُس سے کہہ دے کہ میں یہاں نہیں ہوں۔

جھنجھٹ: مگر میاں میں جھوٹ کیسے بولوں ؟ آپ تو یہاں کھڑے ہیں۔

مرزا: میں ہوں مگر تو یہ سمجھ لے کہ میں نہیں ہوں۔

جھنجھٹ: تو یہ بولتا کون ہے ؟ آپ کا بھوت۔

مرزا: ارے جاتا نہیں شیطان کے پوت!

جھنجھٹ: تو کیا میاں، میں بالکل ہی چلا جاؤں ؟

مرزا: جا بھائی جا، میرا سر نہ پھرا۔ چلا جا۔ چلا جا۔ چلا جا۔

جھنجھٹ: (گھوم کر) تو لو میاں میں گیا

مرزا: ارے گیا کہاں ؟ تو تو کھڑا ہے

جھنجھٹ: کھڑا ہوں، مگر آپ سمجھ لیجئے کہ میں نہیں کھڑا ہوں۔

مرزا: ارے تو نہیں جائے گا شیطان ؟

جھنجھٹ: تو کیا میں چلا جاؤں اسی آن ؟

مرزا: ارے ہاں! اسی آن، اسی آن، اسی آن۔

جھنجھٹ: (پھر آنا) میاں!

مرزا: ہت تیرے کم بخت کی - ایک تو .....

جھنجھٹ: تو میاں....

مرزا: نہیں جاتا شیطان تو میں خود ہی .....

جھنجھٹ: (آکر) میاں! (چھپ جانا ونگ میں)

مرزا: کم بخت اب کے آیا تو ٹانگ ہی توڑ دوں گا۔ ایک تو آگے میں جینے کے

عشق میں تڑپ رہا ہوں دوسرے مجھے تیرے بیٹے کو بلوایا جاتا ہے، ہائے ہائے
پیاری حسینہ! تیرے عشق میں اب مشکل ہے جینا. اب تجھے ماروں یا اپنا
گلا گھونٹ کر مر جاؤں - خیر میں اب گھر کو چھوڑ کر چلا جاتا ہوں. مگر جاؤں کہاں؟

جھنجھٹ: بڑے قبرستان میں یا شمشان میں -

مرزا: دیکھ پیاری سنبھال (دونوں ہاتھوں سے گلا دبا کر)

جھنجھٹ: (سامنے آکر) اجی میاں میاں، بڑا غضب ہوا، ستم ہوا -

مرزا: ارے بھائی کیا غضب ہوا، کیا ستم ہوا؟

جھنجھٹ: اجی کچھ نہ پوچھو - حسینہ بی بی کی تمام داستان نحوست نے چھپ چھپ کر آپ کی زبان سے سُن پائی. غصہ سے آگ ہوئی جاتی ہے، ہاتھ میں چھ فٹ کی لمبی جوتی لے کر آتی ہے -

مرزا: ارے ہائے ہائے مر گیا - مٹ گیا - ستیاناس ہو گیا. مگر بھائی جوتی ریشمی ہے یا سوتی؟

جھنجھٹ: اجی ادھوڑی چمڑے کی -

مرزا: ہائے ہائے اب کیا تدبیر کروں؟

جھنجھٹ: اجی میاں تدبیر تو ہزار ہے مگر بغیر مٹھی گرم ہوئے بتانا دشوار ہے - جو کوئی تدبیر بتاتا ہے وہ پہلے کچھ پاتا ہے -

مرزا: بتا بتا بھائی! جلدی بتا، کیا درکار ہے؟

جھنجھٹ: تو میاں دس روپے دلوا دو تو آپ کا کام بن جائے گا -

مرزا: ارے بھائی اس کان میں میری جورو کی جوتی اٹکی ہوئی ہے - دوسرے میں آکر کہو - ادھر کے کان میں -

جھنجھٹ: اگر بیس روپے دو تو تمہارا کام بن جائے گا -

مرزا: ارے دس روپے والے کان میں آکر کہو، دس روپے والے میں -

جھنجھٹ: اب دیتے ہیں تو دو ورنہ میں بیگم صاحبہ کو بلاتا ہوں - اجی جی!

مرزا: ارے ارے!

جھنجھٹ: جلدی کرو جلدی —— اجی بی!

مرزا: ابے لے بھائی لے۔

جھنجھٹ: اے جلدی کرو جلدی۔

مرزا: ارے میاں کیا کروں؟ روپیہ دینے کو میرا دل نہیں چاہتا۔

جھنجھٹ: دل نہیں چاہتا تو بلاتا ہوں بیگم صاحبہ کو —— اجی بیگم صاحبہ آنا!

مرزا: ابے لے دس روپے (دینا) ایک، دو، تین، چار، پانچ، چھ، سات، آٹھ، نو، دس۔

جھنجھٹ: اجی میاں! آپ کیوں اس قدر رنجیدہ ہوتے ہیں۔ حسینہ سے شادی کیوں نہیں کر لیتے؟

مرزا: ارے یار شادی تو کروں مگر اُس کے جوتوں کی شرطیں بڑی کڑی ہیں۔

جھنجھٹ: اجی اس کا فکر بیکار ہے۔ آپ کے بیچ میں یہ ملاؤخاں جو تیار ہے آنے دو شادی میں کہہ دوں گا کہ ذرا دھیرے دھیرے لگانا۔ چاہے سر کے بال اُڑ جائیں مگر تکلیف نہ ہو۔

مرزا: مگر یار جوتے کی شرط بڑی کڑی ہے۔ مجھے تو اپنی عزت کی پڑی ہے۔

جھنجھٹ: اجی میاں، یہ کونسی بات ہے۔ بڑے بڑے معشوقوں کے ہاتھوں سے جوتیاں کھاتے ہیں۔

مرزا: اچھا بھائی کھالیں گے۔ اپنی غرض کے لئے کھالیں گے۔ یار چلیں گے تو سہی مگر وہاں بات کیا کروں گا، بات؟

جھنجھٹ: اجی وہی معمولی بات، یعنی محبت کی گھات

مرزا: اچھا تو میں گل بکاؤلی اور اندر سبھا کے عاشقانہ فقرے سنا دوں گا۔

جھنجھٹ: بس اور کیا۔

مرزا: مگر یار!

جھنجھٹ: یار؟

مرزا: تو میری سفارش ضرور کرنا۔
جھنجھٹ: اجی سفارش تو میں ایسی کروں گا کہ تم یاد ہی کروگے۔
مرزا: اچھا تو چلو، جلدی چلو۔
جھنجھٹ: آپ چلئے میں ابھی آتا ہوں۔
مرزا: یار؟
جھنجھٹ: یار
مرزا: آؤ
جھنجھٹ: آپ چلئے، میں آپ کے پیچھے پیچھے آتا ہوں (مرزا کا جانا) چلو منحوس ٹلا، کیوں کیسا دبایا گلا۔ تب مزا ہے کہ ایسی گھات چلے کہ باپ بیٹوں میں خوب جوتا اور لات چلے۔

گانا

اجی واہ جی واہ، دیوانہ ہے بندر، مچھندر، قلندر سے پالا پڑا
ارے واہ جی واہ یہ لونا چماری ہو صورت پہ واری ہو
قربان، شیطان یہ پیٹ نکالا یا کا ندو کا نالا ہے۔ بولو مردا۔
اجی واہ جی وا بڑھاپے کا ٹٹو، محبت پہ لٹو، نکھٹو مردانہ
ادھر ادھر زنگی جوانوں میں جنگی گھرانوں میں ہوتا شمار
ساری باتیں دیوانی اوندھی پیشانی کا اُلو گنوار۔ ارے واہ جی (جانا)

سین ختم

باب پہلا ـــــــ سین چوتھا

باغیچۂ ناصر الدولہ

(قمر پسر ناصر الدولہ کا جھولا جھولنے اور مہ جبین کا معہ سہیلیوں کے نظر آنا)

گانا

سہیلیاں: سکھی پھولن میں راجن جھولت جھولنا، مانو ہوا مکھ چاند واہ واہ
جھولو جھولو سرتاج، جھولو جھولو راجن کے راج۔ سکھی پھولن میں راج جھولت جھولنا۔
تورا باغ یوں پھلواری رہے۔ کر دائم سرتاج جگ سرداری رہے۔
جے، جے، لالہ، آنکھ کا اُجالا۔ پائے جُگ جُگ راج سلج سکھی پھولن....
قمر (جھولے سے اُتر کر آتا ہے اور ناصر الدولہ پیچھے داخل ہوتا ہے) امّی جان!
مہ جبیں: (بوسہ لے کر) اخاہ آپ حیات! خدا کی بخشی ہوئی نعمت یا محبت
کے پاک درخت کا پھل ؎

جی جائے اس دوا سے جسے دم میں دم نہیں
بوسہ ترا علاجِ مسیحا سے کم نہیں

گانا

قمر: اماں مجھے اچھی سی ٹوپی منگادے۔ ٹوپی منگادے، گھوڑا دلادے۔
گاڑی میں لیٹوں گا۔ گھوڑے پہ بیٹھوں گا۔ گاڑی میں سوؤں گا۔ گھوڑے
کو ہانکوں گا۔ ٹک ٹاک ٹک، ہوں ہوں ہوں، آہستہ آہستہ
بس تھم تھم تھم ـــــ اماں مجھے چھوٹی سی بندوق لادے۔ تیر و کمان
دلادے۔ توپوں کو چھوڑوں گا۔ قلعہ کو توڑوں گا ـــــ دھڑ ڑڑڑ دم

دھس ۔ دھڑ دھم دھس ۔ اماں مجھے......

ناصر: اخاہ! خوشی خوشی! حسن و عشق کے دو گل و بلبل یا شجرِ عشق کا میٹھا ثمر۔ سمجھی خوشی!

مہ جبیں: (دیکھ کر) ہیں یہ کون کھڑا ہے؟ باغبان؟

ناصر: ہیں باغبان؟ یہ تو میں ہوں آپ کا عاشقِ نیم جان۔

مہ جبیں: عاشقِ نیم جان؟ کچھ شامت تو نہیں بد زبان؟

ناصر: شامت

مہ جبیں: (دیکھ کر) اوہو، آپ ہیں حضور! نہیں نہیں معاف کیجئے گا قصور۔

ناصر: خوب! معاف کیجئے گا قصور۔ اجی واہ جنابِ عالی! یہ تو آپ نے اچھی چال ہے نکالی۔ کبھی دو گالی، کبھی بناؤ باغبان یا مالی۔ اور پھر معافی مانگ کر بچ جاؤ گی خالی ؎

خطا معاف نہ ہرگز حضور کی ہوگی
خطا جو کی تو سزا بھی قصور کی ہوگی

مہ جبیں: ؎ سزا دو لائق کارِ محبت
کھڑی ہے لو گنہگارِ محبت
ہمارے ہاتھ باندھو گیسوؤں سے
ہمیں سمجھو گنہ گارِ محبت

ناصر: خیر جب گنہ گار دل میں شرمایا تو حاکم کو بھی اُس پر رحم آیا ؎

جب گنہ گار اپنے دل میں جرم پر نادم ہوا
معاف کر دینا اُسے انصاف سے لازم ہوا

مہ جبیں: آداب آداب۔ تسلیم تسلیم

ناصر: ہاں مگر اس لئے کہ آئندہ نہ ایسا قصور ہو، اس لئے جرم پہ کچھ جرمانہ ضرور ہو (بوسہ لینا)

مہ جبیں: ؎ ہمارے جرم کا جرمانہ یہ حضور نہ تھا
خطا زباں کی تھی گالوں کا کچھ قصور نہ تھا

نہ اس طرف سے بھی اب درگذر خطا ہوگی
سزا تو دے چکے اب آپ کو سزا ہوگی

ناصر: ہاں ہاں چوکئے نہیں، چوکئے نہیں ؎
بدلہ ضرور جرم کا سرکار لیجئے بھر بھر کے جی مزے سے مرے پیار لیجئے
میں ایک لوں تو آپ مرے چار لیجئے

مہ جبیں: بس ہٹئے!

ناصر: اجی لیجئے۔

مہ جبیں: ؎ میں یہ سمجھوں گی سزا آپ کو کافی دیدی
جاؤ ان گالوں کے صدقے میں معافی دے دی
دھوکا پھر کھاؤں جواب بھی میں ہشیار بنوں
کیا غرض مجھ کو ہے جو پھر میں گنہ گار بنوں

ناصر: ؎ گر یہی طور ہے اپنا تو یہی طور سہی
جب خطا کی ہے تو پھر ایک خطا اور سہی

(قمر سے) کیوں بیٹا! تم کس کے ساتھ رہو گے؟ اپنی امّی کے ساتھ یا ہمارے ساتھ؟

قمر: ابّا جان! آپ کے ساتھ۔ مگر آپ کیا کھلائیں گے؟

ناصر: بیٹا جو تم کہو گے۔

(ناصر کا بگڑنا، مہ جبین کا منانا اور گانا)

مہ جبیں: بولو بولو سنوریا پیارے، نجریا پہ میں واری۔ کہہ دو کہہ دو جو ہو موسے تقصیر۔ بولو بولو......

ناصر: ہم نہیں بولیں گے، تم ہی سمجھ لو ہو جو تقصیر جاناں۔ ع
سزا میں دوں گا تمہیں اور تم قبول کرو

مہ جبیں: ع وہ کیا سزا ہے صنم مطلقاً نہ بھول کرو

(رستم جنگ کا آنا)

رستم: اے جہاں دار آفتاب آثار، اے شہنشاہ ذی وقار ؎

تم سلامت رہو ہزار برس ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار

ناصر: آؤ آؤ میری سلطنت کے فدائی، میرے مہربان بھائی!

رستم: عالی جاہ! میں شرمندہ ہوں کہ آپ مجھے بھائی کے نام سے یاد فرماتے ہیں۔ ورنہ میرا جو خیال ذاتی ہے، اُس میں تو غلامی کی لیاقت بھی نہیں پائی جاتی ہے۔

ناصر: یہ تمہاری عالی صفاتی ہے جو اپنی تعریف پسند نہیں آتی ہے ؎

کبھی کرتا نہیں تعریف اپنی جو کہ عالی ہے
ہمیشہ بولتا ٹھوکر سے ہے برتن جو خالی ہے

رستم: عالی جاہ! افواجِ دشمن آ پہنچی، فوجِ چنگیز پہاڑوں کے قریب جا پہنچی ؎

نہ ہوا ایسا کہ کسی وقت وہ حملہ کر دیں ہم تو غفلت میں رہیں اور وہ پسپا کر دیں
فوجیں تیار کھڑی ہیں کہ فدا جان کریں آپ اب آئیں تو ہم کوچ کا سامان کریں

ناصر: لو پیاری! اب آگئی جدائی کی باری۔

مہ جبیں: نہیں نہیں میری جان، میرے ارمان! ایسا نہ فرماؤ، مجھے تنہا چھوڑ کر نہ جاؤ۔ میرے شیشۂ دل کو سنگِ مفارقت سے توڑ کر نہ جاؤ ؎

تم تو کہتے تھے ہمیشہ کہ مری جان تمہیں ہو جب جان چھوٹے جیتے جی پھر کیسے یقیں ہو

ناصر: یہ سچ ہے پیاری! تم جان ہو ہماری۔ لیکن یہ بھی تو ہے دشواری کہ بروقت تیغ باری دشمنوں سے لڑوں گا، اپنی جان کی حفاظت کروں گا۔

مہ جبیں: نہیں نہیں، تم اس بات کا مطلق فکر نہ کرو ؎

جان میری کھو گئی تو کھو گئی یہ سمجھنا مجھ پہ صدقے ہو گئی

(گاتا ناصر کا دامن پکڑ کر)

مورے شام، مورے دھام، مورے سنوریا! نہ مجھ سے پھیر نجریا۔
تم بن سنوریا، جائے عمریا۔ بن تورے نین تکے ڈگریا۔ مورے شام.....

ناصر: خیر جاؤ، لباس بدل کر آؤ۔ مگر خبردار خیمے سے باہر نہ آنا (مہ جبین وقمر کا جانا)
پیارے رستم!

رستم : صاحب عالم!
ناصر : تھوڑی دیر میں کیا ملے گا ؟
رستم : فتح یا موت -
ناصر : اگر دشمن کے لئے فتح اور میرے لئے موت ہو ؟
رستم : تو ہم سب کے لئے موت ہو -
ناصر : پیارے رستم ! مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میری قضا دامن گیر ہے - اگر میں میدان جنگ میں مارا گیا تو پھر میری بیوی اور بچے کو کون سنبھالے گا ؟
رستم : وہی جو دو جہان کو پالے گا -
ناصر : پیارے رستم ! یہ مت سمجھنا کہ عیش و عشرت کی گود میں پلا ہوا ناصر تیر و تفنگ کے منہ میں جانے سے خوف کھاتا ہے - نہیں، بلکہ آتش فشاں توپوں کی چادر میری پوشاک ہے، تلواروں کا پھل میری خوراک ہے - مگر نہ دا معلوم آج کیا ہونے والا ہے جو دل خود بخود تہ و بالا ہے - اچھا اگر سب کے لئے موت ہے تو اپنی بیوی اور بچے کو خدا کے بھروسے پر چھوڑتا ہوں - اگر بالفرض میرے لئے ہی موت ہو تو تم میرے بعد میری بیوی مہ جبیں کے شوہر اور میرے بچے کے پدر بننا -
رستم : مہ جبیں کے شوہر اور قمر کے پدر ؟ یہ میں کیا سنتا ہوں ؟
ناصر : جو میں کہتا ہوں -
رستم : پھر کیوں نہیں مرتا ہوں ؟ سے

کیوں نہیں مرتا ہوں، کیا ذی شان سے سنتا ہوں میں
دیکھتا کس آنکھ سے، کس کان سے سنتا ہوں میں
اے آنکھوں تم کور ہو جاؤ - اے کانوں، تم زندہ در گور ہو جاؤ -

ناصر : تو میں تم سے نا اُمید ہو جاؤں ؟
رستم : بے شک آپ مجھ سے نا امید ہو جائیے - مگر خدا سے ناامید نہ ہو جائیے -

ناصر: بہادر رستم تمہارے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ عیش و عشرت کی گود میں پلا ہوا ناصر تیر و تفنگ سے جھجکتا ہے۔ نہیں نہیں پیارے رستم میدان جنگ میرا مکان ہے اور تیر و تفنگ میرا سامان ہے۔ خیر اگر تم منہ سے کہنے میں ہو منفعل تو میں خط میں لکھے دیتا ہوں حالِ دل ؎

یا تو تم جا کر زبانی ہی سنا دینا اُسے
یا جو خط دوں میں تمہیں وہ جلد جا دینا اُسے

رستم: ؎ منظور ہے کلام بھی سلطانی نام بھی   راضی ہیں شہ سہی ہیں تو خوش ہے غلام بھی

ناصر: پیارے رستم چلو خدا فتح دینے والا ہے۔

رستم: چلئے (دونوں کا جانا اور حسینہ کا اندر سے گاتے ہوئے آنا)

سین ختم

باب پہلا ـــــــ سین پانچواں

منظر: حسینہ کا محل

(حسینہ کا سلیم کے فراق میں اندر سے گاتے ہوئے آنا)

حسینہ: ہائے مجھے دردِ جگر نے ستایا

؎ فغاں میں آہ میں فریاد میں شیون میں نالوں میں
سناؤں دردِ دل طاقت اگر ہو سننے والوں میں

؎ کباب سیخ ہیں ہم کروٹیں ہر سو بدلتے ہیں
جو جل اُٹھتا ہے یہ پہلو تو وہ پہلو بدلتے ہیں

اُف ہے دادِ بلا، سخت جلّاد ملا، پورا اُستاد ملا ہے
سانس ہے بکھار تن بسمل ہیں جو آتے جاتے
اور جگر کا دیا جلاد نے جانے بجا تے
ہائے سجھے دردِ جگر......

خدایا راستہ میں کیا غضب آیا جو جھنجھٹ میرے پیارے کو لے کر ابھی تک نہ آیا۔

(جھنجھٹ کا آنا)

جھنجھٹ: بیگم صاحبہ! آداب، تسلیمات

حسینہ: کیوں رے موئے صبح کا گیا اب آیا؟ کہیں میرے پیارے سلیم کا بھی پتہ پایا یا یوں ہی خالی ہاتھ چلا آیا؟

جھنجھٹ: سلیم؟ وہ سامنے کون کھڑے ہیں؟

سلیم: آداب بجالاتا ہوں دلدارِ من، بندہ پرور!

حسینہ: بس قدم نہ رکھنا گھر کے اندر۔

سلیم: ہیں ہیں خیر تو ہے؟ یہ آج کیا فقرہ منہ سے نکالا جاتا ہے، بندہ کوئی بلا ہے جو ٹالا جاتا ہے۔

(سلیم کا حسینہ کو گلے لگانا چاہنا اور اُس کا بگڑنا)

حسینہ: نہیں نہیں! بس مجھے نہ ستائیے۔ جائیے جائیے کسی اور سے دل بہلائیے۔

سلیم: اب خفگی کو دُور کیجئے اور یہ بتائیے کہ آج اس گُل سے چہرے پر اُداسی کیوں چھائی ہوئی ہے؟

حسینہ: چار دن تک منہ نہ دکھانا، جلانا، کڑھانا، ستانا۔

سلیم: اُف تیرا تیوری چڑھانا۔

(سلیم اور حسینہ کا مل کر گانا)

توری چھل بل ہے پیاری، توری کل بل ہے نیاری۔ کرو باتیں سندر یا جان۔
توری زلفیں ہیں کالی، تورے گالوں پہ لالی، تیرے نینوں کی لاگی کٹریا جان۔
جاؤ نادان، مجھے نہ بناؤ جان!
اجی نینوں سے نیناں ملاؤ جان!
اجی چھوڑو جی ہاتھ، نہیں ہوگی یہ بات، کرو اوروں سے گھات۔ اجی واہ واہ

سلیم : ہیں یہ سامنے سے کون آتا ہے ؟ یہ تو میرے قبلہ وکعبہ تشریف لارہے ہیں -
حسینہ : پیارے سلیم تمہارے والد بالکل پاگل ہو گئے ہیں - رات دن میرے مکان کے گرد چکر لگاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مجھے بھی اپنے شیدائیوں میں داخل کرلو -
سلیم : پیاری حسینہ ، تم جانتی ہو کہ جب انسان بوڑھا ہو جاتا ہے تو اُس کی عقل ٹھکانے نہیں رہتی - ان کا سن تو ساٹھ سے بھی پار ہے - کس طرح اُن کو بدنامی کی ندامت سے بچاؤں ، کس طرح کلنک کا ٹیکا مٹاؤں ؟
حسینہ : ہاں پیارے جس طرح ممکن ہو پردہ ہی پردہ میں اُن کو نصیحت پہنچانے کی کوشش کریں شاید پشیمان ہو کر باز آئیں -
سلیم : اچھا آؤ ذرا چھپ کر دیکھیں -
مرزا : (آکر) یار جھنجھٹ آج تو تو نے مجھ پر بڑا احسان کیا جو حسینہ کو مجھ پر مہربان کیا - خدا کرے تیرے گھر میں بھی میرے ہی جیسا بہادر لڑکا ہو -
جھنجھٹ : اور وہ بھی حسینہ پر شیدا ہو -
مرزا : یار دیکھنا یہ تو تلوار چلنے کی بات ہے -
جھنجھٹ : ہاں حضور کیوں ؟
مرزا : یار ؟
جھنجھٹ : یار
مرزا : یار ؟
جھنجھٹ : اجی ! حسینہ تو تم کو بیٹے سے زیادہ جانیں گی -
مرزا : تو یار میں بھی اُسے سگی ماں سے زیادہ پیار کروں گا - کہو کیسی کہی ؟
سلیم : توبہ توبہ یہ بوڑھا تو پاگل خانے جانے کے قابل ہو گیا - خیر پیاری ، تم اُس کے سامنے جاؤ اور ظاہرا پیار محبت کا رنگ جماؤ - میں بھی تھوڑی دیر میں آتا ہوں اور تم کو ایک نیا سوانگ دکھاتا ہوں -
جھنجھٹ : مرزا صاحب آپ یہاں ٹھیریں میں حسینہ کو لاتا ہوں -

مرزا: جھنجھٹ ؟
جھنجھٹ: جی ؟
مرزا: اس سے بات کیا کریں گے ؟
جھنجھٹ: اجی وہی ناٹک کے یاد کئے ہوئے فقرے کہہ دیں ۔
مرزا: ناٹک کے فقرے اُسے دیکھتے ہی کہنے شروع کر دوں ۔
جھنجھٹ: جی ہاں ۔
حسینہ (آکر) آگئے میری جان ۔
مرزا: جھنجھٹ! یہ تو بڑی فصاحت سے بات کرتی ہے ۔
جھنجھٹ: پھر دیر کیا ہے ، تم بھی شروع کر دو ۔ وہی ترانہ ۔
مرزا: اے حسینوں کی ستیاناسی کا سالہ ، مرجائے تیرا باپ سہراب کا سالہ ۔ تشریف کا ٹوکرا لائیے جناب والا ! — کہو دوست کیسی کہی ؟
جھنجھٹ: بہت اچھی کہی ۔
مرزا: جھنجھٹ !
جھنجھٹ: جی !
مرزا: یار میرے گلے میں تو آواز اٹک گئی
جھنجھٹ: آواز اٹک گئی ؟ تو پہلے ہی سے جمال گوٹے کا جلاب لیا ہوتا ۔
مرزا: نظر آتا ہے نہ اپنا نہ پرایا مجھ کو (اندر سبھا باب دوسرا ، پردہ چوتھا) کہو کیسی کہی ؟
جھنجھٹ: بہت اچھی کہی ۔
مرزا: مجھے کون گھر سے ہے لایا یہاں ؟ یہ بتا دو کہ ہے یہ کس کا مکاں ؟ سب بچھڑے کوئی سنگی نہ ساتھی ۔ حسینہ کو اپنی میں پاؤں کہاں — ناٹک چندراول باب سترواں ، پردہ ساتواں ، کہو دوست کیسی کہی ؟
جھنجھٹ: بہت اچھی کہی ۔
حسینہ: حضور! اس غم کدے میں آنا مبارک ہو ۔

جھنجھٹ: تمہیں جوتے لگانا اور انھیں کھانا مبارک ہو۔
حسینہ: کہو پیارے، کیا تم سچ مچ مجھ سے محبت کرتے ہو؟
مرزا: جھنجھٹ؟
جھنجھٹ: جی
مرزا: عاشق ہوں نا عاشق؟
جھنجھٹ: اجی اول نمبر۔
مرزا: اول نمبر، اول نمبر۔

گانا

تو ہے میری جانی، تو ہے نانی، تو ہے میری خالہ جان! جان لے، ایمان لے
مکان لے۔ پیاری پیاری باتیں، ساری ساری راتیں سنوں کر کے دھیان۔
تو ہے میری ......
حسینہ: توری ترچھی نجریا کو پیار کروں، مو ہے مارے کٹاری نین کی، بانکا سپھیا
تو مورا سیاں، ڈالوں تو رے گل بیاں۔ تو ہے میری ......
(نثر) پیارے اچھا میری شرط منظور ہے یا نہیں؟
مرزا: جھنجھٹ؟
جھنجھٹ: جی!
مرزا: یہ تو جوتیاں کھانے والی بات ہے۔
جھنجھٹ: اجی محبت کی خاطر تو لوگ جوتیوں کے ہار پہنتے ہیں۔ معشوق کے ہاتھوں
کی جوتیاں کیا ہیں یہ تو پھول جھڑیاں ہیں۔ اب کہہ دو منظور ہے۔
مرزا: اچھا بادا منظور ہے۔
حسینہ: اچھا تو بیٹھ جاؤ، میں جوتیاں لگاتی جاؤں اور تم تعریف کرتے جاؤ۔
مرزا: مگر پیاری ذرا آہستہ آہستہ لگانا، کہیں سر کو چوراہے کا ناریل یا صدقہ کا بکرا

نہ سمجھ لینا۔

حسینہ: (جوتے مارتی ہے) ایک، دو، تین۔

مرزا: بس یار رہنے دے۔ باقی شادی کے دن کے لئے۔

حسینہ: ہیں تم بیچ میں کیوں بول اُٹھے؟ میں بھول گئی۔ پھر سے کھاؤ۔

مرزا: اور اتنی جوتیاں جو کھائی تھیں وہ سب فضول گئیں؟

حسینہ: تم بیچ میں بول اُٹھے۔ میں گنتی بھول گئی۔

مرزا: میں تو اب نہیں کھاؤں گا۔

حسینہ: نہیں کھاؤ گے تو میں جاتی ہوں —— ایک، دو، تین، چار

مرزا: دیکھنا، یاد رکھنا، کہیں پھر نہ بھول جانا۔

حسینہ: ہیں پھر بیچ میں بولے —— ایک، دو، تین، چار

مرزا: ارے اس نے تو سال بھر کے لئے حجامت ہی کی چھٹی کر دی۔ کم بخت جوتی اور سر دونوں بے غیرت ہیں۔

حسینہ: ہیں، پھر بولے!

مرزا: خدا کرے جو ہم کو دیکھ کر ہنسے وہ اس آفت میں پھنسے[1]

حسینہ: ایک۔ دو۔ تین۔ چار۔ پانچ۔ چھ

(جھنجھٹ کا اندر سے روتے ہوئے آنا)

جھنجھٹ: بانو صاحبہ! آپ کے والد صاحب تشریف لائے ہیں۔

مرزا: ارے اس کا باپ بھی عجیب نالائق ہے۔ کم بخت جوتے کھاتے وقت مر گیا جو شادی کے وقت آن کودا۔ اس وقت کباب میں ہڈی بن کر کہاں سے آ گیا؟

حسینہ: اوئی اللہ! میں مر گئی۔

جھنجھٹ: اجی مرزا صاحب! حسینہ مر گئی۔

مرزا: ارے مر گئی تو مر جانے دے۔ پہلے مجھے تو کہیں چھپا۔

[1] یہ تخاطب تماش بینوں سے ہے (مرتب)

جھنجھٹ : ارے بھائی، میں کہاں چھپاؤں؟

حسینہ : ارے اللہ! میری تو لاکھ کی عزت خاک ہوا چاہتی ہے -

مرزا : ارے ہائے ہائے . اب کیا تدبیر کروں ؟

جھنجھٹ : اجی میاں، مجھے ایک تدبیر یاد آتی ہے مگر انعام کا اقرار کرو -

مرزا : ضرور ضرور - دوں گا، جلدی بیان کر -

جھنجھٹ : اچھا ٹھیریئے (ساڑی اور چکی اندر سے لاکر دینا) لو یہ ساڑی اور گھگرا پہن کر بیٹھ جاؤ اور چکی چلاؤ -

مرزا : ارے چل، میں یہ کام کبھی نہیں کروں گا -

جھنجھٹ : نہیں کروگے تو میں میاں کو بلاتا ہوں -

مرزا : ارے ٹھیر بادا پہنتا ہوں -

جھنجھٹ : اجی لوگ تو محبت کی خاطر خدا جانے کیا کیا کرتے ہیں . تم ابھی سے گھبراتے ہو - حسینہ سن پائے گی تو کہے گی جھوٹا عاشق ہے -

مرزا : ہاں ہاں یار کہتا تو ٹھیک ہے -

جھنجھٹ : تو پھر چکی پیسنی شروع کردو -

مرزا : جھنجھٹ ؟

جھنجھٹ : جی !

مرزا : اس ٹوپی کو کیا کروں ؟

جھنجھٹ : اس ٹوپی کو بچہ بناؤ بچہ -

مرزا : بچہ ؟

جھنجھٹ : جی ہاں اور ساتھ ساتھ گاتے جایئے -

گانا

مرزا : مرے من کی بتیاں نہ بھلائے رے - مرے پیا گھر نہ آئے رے

سلیم: پیاری حسینہ! دروازہ کھولنے میں اس قدر وقفہ لگا یا؟
حسینہ: اجی چکی کی کھڑکھڑ میں آپ کی آواز سنائی نہیں دیتی -
سلیم: اچھا پیاری، ذرا میرے گلے سے لگ جا
مرزا: ہائے ہائے جی میں آتا ہے کہ چکی کا پاٹ کم بخت اپنے سر میں اٹھا کر مارلوں
جھنجھٹ: چپ رہ -
سلیم: ... پیاری حسینہ، یہ کون بیٹھی ہے؟ نذرینہ؟ (لات مار کر) اری منہ سے
کیوں نہیں بولتی ہے بدقرینہ! اٹھ اس جگہ سے -
جھنجھٹ: (حماقت بیگ کو لات مار کر) اری بول۔
مرزا: ارے بولتا ہوں -
جھنجھٹ: ارے بولتا نہیں۔
مرزا: اچھا بادا بولتا ہوں -
سلیم: ارے پیچھے ہٹ کر بیٹھ۔
مرزا: بیٹھتا ہوں بادا، بیٹھتا ہوں -
جھنجھٹ: ارے بیٹھتا کیوں نہیں؟
مرزا: ارے بیٹھتا نہیں، بیٹھتی ہوں -
سلیم: اچھا پیاری حسینہ، اب میں جاتا ہوں -
حسینہ: بہت اچھا (سلیم کا جانا) لو پیارے۔ اب تم بھی یہ گھگری ساڑی پہنے ہوئے
گھر سے نکل جاؤ۔ ورنہ بڈھے میاں پھر آجائیں گے۔ پھر کسی وقت آنا۔ میں آپ
سے شادی کرلوں گی -
مرزا: ارے جاؤں کہاں؟ زمین ٹلت گر مرزا صاحب نہ ٹلت ٥
بیٹھا ہوں تیرے در پہ کچھ کرکے اٹھونگا   یا تو ہو وصال ہی یا مر کے اٹھوں گا
کہو دوست کیسی کہی؟
جھنجھٹ: بہت اچھی کہی -

حسینہ: نہیں جاتے تو میں بلاتی ہوں میاں کو
مرزا: اچھا جاتا ہوں باوا جاتا ہوں -
جھنجھٹ: نہیں جاتے ؟ وہ آئے -

گانا

حماقت (مرزا) جانا ہمارا یاد رکھنا -
جھنجھٹ: جوتیاں کھانا یاد رکھنا -
مرزا: چُپ بے سُر ے (جانا)

سین ختم

باب پہلا ——— سین چھٹا

منظر: میدان جنگ

پہلا سپاہی: مارو مارو -
دوسرا: دیکھو، یہ سامنے سے کون آتے ہیں ؟
پہلا: یہ تو دشمنوں کے جاسوس نظر آتے ہیں -
ناصر: خبردار او آمادۂ شرارت! اُف ناکامی! بدنامی!
پہلا: تم کون ؟
دوسرا: تمہاری موت کا پیغام -
ناصر: تم کو کس کی تلاش ہے ؟
سپاہی: دلاور ہوشیار! ٹھہرا بدمعاش، تیری جان کی ہے تلاش!
ناصر: کیا خوب ۵ کرے ہے بزدل ہم سے شیر نر کی تلاش
تجھے تلاش مری، مجھ کو تیرے سر کی تلاش (تلوار نکالتا ہے)
(لڑائی کرنا آخر ناصر الدولہ کا گرفتار ہونا)

سپاہی : پکڑو پکڑو
رستم : ٹھیرو ٹھیرو، نامردو! میں تم کو حکم دیتا ہوں۔ تم مرد نہیں بلکہ عورتیں ہو۔ تمہارے ہاتھ تلوار پکڑنے کے لائق نہیں، بلکہ چوڑیاں پہننے کے قابل ہیں۔
سپاہی : حضور کیا کریں، ذلت سہی نہیں جاتی، جان بوجھ کر جان دی نہیں جاتی۔
رستم : اے ہے یہ کیا شور مچایا، کہیں شاہ کا بھی پتہ پایا؟
سپاہی : ہائے ہائے! شاہ کہاں، شاہ ہلاک ہوا۔
رستم : اُف جگر چاک ہوا۔ یا خدا یہ میرے کانوں کو کیا سنایا۔
مہ جبیں : ناصر ناصر، پیارے ناصر! بتاؤ بتاؤ کہاں ہے؟ میرا گل رعنا کہاں ہے؟ ہیں تم نے گردن کیوں جھکائی؟ میرا پیارا کس حالِ تباہ میں ہے؟ کس جا چھپا ہوا ہے وہ، کس پناہ میں ہے؟
رستم : افسوس صد افسوس! وہ اس کی پناہ میں ہے جہاں قیامت کے دن چنگیز کو پناہ لینا دشوار ہوگا۔
مہ جبیں : ہیں تو کیا میرا پیارا دنیا سے سدھارا۔ افسوس
(خنجر مارنا چاہنا، رستم کا روکنا)

ڈراپ سین

باب دوسرا ——— سین پہلا

جنگل

(چنگیزی فوج کا شراب پینا اور سب کا گانا)

چلی ناؤ منجدھار، لگا دے پار، پلا دے یار۔ بنے سرشار ہر ایک میخوار
تجھ پر میں قربان، ساقیا دونی ہو تیری شان، اونچی ہو تیری دکان۔ ساقیا

ساغر لانا، بھر کے پلانا پیمانہ، رنگ لانا، مے اڑانا، مل کر گانا کوئی ترانا۔ لو یار شوخ شنگ، چھیڑ چنگ کا سارنگ، جام کا جمادے رنگ — چلی ناؤ منجدھار......

دوسرا: ساقیا ترسانہ ہم کو بوند پانی کے لئے
دل ترستا ہے شراب ارغوانی کے لئے
پھر کہاں یہ دوست ہوں گے اور کہاں یہ بزم چنگ
آگئی پیری تو روویں گے جوانی کے لئے — چلی ناؤ منجدھار....

پہلا: بھائی آج تو بڑی خوشی کا دن ہے۔ کیونکہ ہمارے شہنشاہ نے ناصر الدولہ کو گرفتار کر لیا ہے۔

دوسرا: ہاں بھائی خوب مزے اڑاؤ، گاؤ بجاؤ، جام پہ جام لنڈھاؤ۔

پہلا: مگر یار مرزا صاحب کے بغیر محفل بے نمک ہے۔ خدا جانے وہ کیوں اس جلسہ میں نہیں آئے۔ ہاں بڑی عمر ہے، لو وہ سامنے سے آگئے۔ آئیے مرزا صاحب آئیے جلسہ میں شریک ہو جائیے۔

مرزا: یار جلسہ میں تو شریک ہوں گا، مگر چندہ نہیں دوں گا۔

پہلا: نہ دینا یار نہ دینا۔

دوسرا: چلو بھائی — آؤ شاہ کے پاس جائیں اور اپنا اپنا قصیدہ سنا کر انعام پائیں

مرزا: ہاں بھائی چلو۔ میں بھی شاہ کو ایک قصیدۂ مبارکباد سنانے والا ہوں۔

سب: چلو بھائی چلو۔

سین ختم

باب دوسرا ——— سین دوسرا

خیمہ

(رقاصاؤں کا ناچنا اور گانا)

گانا

سہیلیاں: آؤ آؤ چھیلا! میں مدھوا پلاؤں
چین پائے جیا، مورے پیارے پیا۔ تو ہے من میں بٹھاؤں
بل بل جاؤں، سجن مناؤں
مے کا پینا ہے نیک قرینہ، چار دن ہے زمانہ میں جینا، سچی باتیں تمہیں سناؤں
آؤ آؤ......

دوہرا: شراب ناب بھی ہو صاف اور پیالہ صاف
میں نرمل ساقی بنوں ہو پینے والا صاف
اجی آجاؤ آجاؤ آجاؤ ہاں ——— آؤ آؤ چھیلا......

دلاور: اجی مرزا صاحب وہ جو قصیدہ آپ نے تیار کیا ہے سناؤ۔

مرزا: جھنجھٹ؟

جھنجھٹ: جی

مرزا: اب کیا کروں؟

جھنجھٹ: اجی کوئی شیر ویر بنایا ہو تو سنا دینا۔

مرزا: ارے بھائی! میں نے کبھی شیر چھوڑ کر بکری بھی نہیں بنائی۔

جھنجھٹ: بکری بھی نہیں بنائی۔

مرزا: نہیں۔

جھنجھٹ : سب شاعر نظم میں تعریف کرتے ہیں، تم نثر میں تعریف کرو۔
مرزا : مجھے تو وہ بھی نہیں آتی۔
جھنجھٹ : اچھا جس طرح میں کہوں کہتے جاؤ۔
مرزا : واہ بھائی بول۔
جھنجھٹ : اے لاکھ چھتر کے شاہ!
مرزا : اے لائق کھپڑ کے شاہ!
جھنجھٹ : ارے کھپڑ نہیں چھتر۔
مرزا : ارے چھتر نہیں کھپڑ۔
جھنجھٹ : اے جنگیوں کے سردار!
مرزا : اے بھنگیوں کے سردار!
جھنجھٹ : اے سلطانِ خاص و عام!
مرزا : اے سلطان کے خاص حجام!
جھنجھٹ : آپ کے گلے میں پھولوں کے ہار۔
مرزا : آپ کے گلے میں جوتوں کے ہار۔
جھنجھٹ : ارے جوتوں کے نہیں، پھولوں کے ہار
مرزا : ارے پھولوں کے نہیں، جوتوں کے ہار
جھنجھٹ : آپ سب کے سرتاج۔
مرزا : آپ سب کے محتاج۔
جھنجھٹ : تمام زمانوں کے شاہ!
مرزا : تمام زنانوں کے شاہ! آگے بول
جھنجھٹ : آگے کیا بولوں؟ تیرا سر
مرزا : آگے کیا بولوں، تیرا سر
جھنجھٹ : ہائے ہائے کم بخت تو نے سب کا ستیاناس کر دیا۔

مرزا: ہائے ہائے کم بخت تو نے سب کا ستیاناس کر دیا۔
جھنجھٹ: کم بخت مجھے دربار سے نکلوائے گا۔
مرزا: کمبخت مجھے دربار سے نکلوائے گا
جھنجھٹ: ہٹ تیرا باپ مرے۔
مرزا: ہٹ تیرا باپ مرے۔
جھنجھٹ: قصیدہ تمام بابا قصیدہ تمام
چنگیز: ٹھیرو، مرزا صاحب ٹھیرو۔
پہلا: اے شاہ نامدار، شہنشاہ ذی وقار
دوسرا: یہ جشن تجھ کو مبارک ہو لاکھ بار
تیسرا: شاہ کی فتح ہو اور عدو کی شکست ہو، ہر نیک سربلند ہو، بدخواہ پست ہو۔
چنگیز: اچھا اے میرے بہادرو، میرے شکار کو میرے سامنے لاؤ۔
مرزا: آہ، اچھا اپنا قصیدہ ہی رہا سب سے۔
جھنجھٹ: تیرا سر رہا۔
مرزا: جھنجھٹ، چل اب حسینہ کے گھر بھی چلنا ہے۔
جھنجھٹ: چلو (سب کا جانا — ناصر الدولہ کو سپاہی کا پابہ زنجیر لانا)
چنگیز: کیوں اے شاہِ زمانہ، آپ نے اس غلام کو بھی پہچانا؟
ناصر: شیطان کو کون نہیں جانتا ہے، بلکہ ہر ایک شخص پہچانتا ہے ؎
شکل و صورت دیکھ لی اور سب رعونت دیکھ لی
نام پہلے سے سُنا تھا آج صورت دیکھ لی
چنگیز: مغرور تو زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے۔ مگر اتنا اکڑا ہوا ہے ؎
سر سے غرور، مسندِ مخمل نہیں گیا   رسّی تمام جل گئی پر بل نہیں گیا
ناصر: عزت والے مصیبت میں کب ڈرتے ہیں۔ تارے دن کے بدلے رات کو چمکتے ہیں ؎

بھری برسات میں کیا ندی نالوں میں روانی ہے
انھیں گرمی میں دیکھو تو نہ موجیں ہیں نہ پانی ہے

مگر دریا کو اس گرمی سے ہرگز غم نہیں ہوتا	لگا دو آگ بھی اس میں تو پانی کم نہیں ہوتا
عطر کی مٹی میں بھی مل کر مہک جاتی نہیں	توڑ بھی ڈالو تو ہیرے کی چمک جاتی نہیں
جان جائے گی مگر جوہر نہ جائیں گے کبھی	قید میں بھی شیر کی شیرانہ خو جاتی نہیں

چنگیز: تو نے بادشاہی اس لئے چاہی کہ مجھ سے ہی کرے لڑائی۔ میں تیرا کون تھا ناسزائی؟

ناصر: کون؟

چنگیز: چچازاد بھائی۔

ناصر: اُف بھائی کا نام لے کر تو نے میرے مرحوم چچا کو قبر کی میٹھی نیند سے جگا دیا۔ اُس کے مردہ دل کو ہلا دیا — ارے ناسزائی! چچازاد بھائی اور اُس سے یہ برائی۔ لعنت ہے قصائی ؎

جن کی گودوں میں پلا دشمن انھیں کا ہوگیا	تو نہیں پیدا ہوا اک سانپ پیدا ہوگیا

چنگیز: جب تم جانتے ہو کہ عیش کا نتیجہ دل گیری ہے، شاہی کا انجام فقیری ہے ؎

تو ناحق رنج اٹھائے تو نے بن کے ملک کا والی	مجھے ہی اسطرح کی سلطنت پھر کیوں نہ دے ڈالی

ناصر: تم کو؟

چنگیز: ہاں مجھ کو؟

ناصر: تم کو سلطنت دینا ایسا ہے جیسے انصاف کو ظلم کے ہاتھ میں دینا۔ یا شیر سے بکری کی حفاظت کا کام لینا ؎

کر سکوں گا تب میں اس ظلم و جفا کا سامنا	جب نہ کرنا ہو قیامت میں خدا کا سامنا

چنگیز: جب تیری تقدیر میں خراب ہونا ہے تو پھر تجھے کس بات کا رونا ہے۔ میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ ؎

سب کو ہو رنج و الم یاں غم نہیں تو کچھ نہیں	اور روئیں اپنے گھر ماتم نہیں تو کچھ نہیں

آدمی دنیا میں بھی بے غم نہیں تو کچھ نہیں　　　دم کے ہیں سب دمدمے جب دم نہیں تو کچھ نہیں
ساری دنیا، سچ ہے جب ہم نہیں تو کچھ نہیں

ناصر: تم کو جس آرام کی ضرورت ہے اُس کا اس دنیا میں پورا ہونا دشوار ہے۔ البتہ اگر خدا کے یہاں جاؤ گے تو وہاں پورا آرام پاؤ گے۔

چنگیز: تو نے میری موت اس لئے چاہی کہ تیری قید ٹوٹ جائے اور تو اس عذاب سے چھوٹ جائے۔

ناصر: نہ صرف میں تیرے عذاب سے چھوٹ جاؤں گا بلکہ تمام دنیا تیرے اس ظلم سے چھوٹ جائے گی۔ او خوں ریز چنگیز ؎

کون سا مل جائے گا اس رہزنی میں فائدہ　　　تو نے کیا سوچا ہے آخر دشمنی میں فائدہ

چنگیز: فائدہ؟ سلطنت حاصل کرنے کا قاعدہ۔ جس طرح ایک میان میں دو خنجر آبدار نہیں رہ سکتے اسی طرح ایک ملک میں دو شہریار نہیں رہ سکتے ؎

بھوک جب لگتی ہے طبیعت صبر کر سکتی نہیں　　　ایک دو روٹی بشر کا پیٹ بھر سکتی نہیں

ناصر: یہ تو انسانی خصلتوں میں برابر ہے۔ ایک انسان ایک روٹی دس آدمیوں میں مل کر کھاتا ہے۔ مگر کتا اکیلا ہی ہڈی چباتا ہے ؎

جہاں میں رہ کے جن لوگوں میں ایسی کج ادائی ہے　　　وہ اک کتے ہیں لیکن شکل انسانوں کی پائی ہے

چنگیز: خیر یہی سہی کہ تیری نظروں میں خار ہوں، مکار ہوں، عیار ہوں — مگر اپنی طرف دیکھ کہ کس مصیبت میں گرفتار ہے اور مجھ کو دیکھ کہ مئے عشرت سے سرشار ہوں۔

ناصر: یہ کونسی بات ہے، جن بہادروں کو اپنی عزت عزیز ہوتی ہے اُن کے ہاتھ میں ہمیشہ دو چیز ہوتی ہے۔

چنگیز: کیا کیا؟

ناصر: تیغ و شمشیر یا ہتھکڑی و زنجیر۔ ایک شاخ پہ دو پھول ہوتے ہیں۔ ایک کو شادی کے وقت سہرے میں لگایا جاتا ہے۔ اور دوسرا قبر پہ چڑھایا جاتا ہے۔ ایک صدف میں دو گوہر پیدا ہوتے ہیں ایک کو شاہی تاج میں لگاتے ہیں اور دوسرے کو کھرل میں پیس کر سرمہ بناتے ہیں۔

چنگیز : دیکھ اگر اس وقت میرا غصہ نہ نکل جائے گا تو آفتاب نکلنے سے پیشتر قتل کیا جائے گا۔

ناصر : جہاں تجھ جیسا کور باطن ہے وہاں آفتاب کا نکلنا غیر ممکن ہے۔

چنگیز : کیوں، کس لئے ؟

ناصر : اس لئے کہ تیرے گناہوں کی تاریکی نے تمام جہان میں اندھیرا چھا رکھا ہے۔ آفتاب کی روشنی کو سیاہی نے چھپا رکھا ہے۔ او مغرور یہ کونسی بات ہے۔ عزت و دولت خدا کے ہات ہے۔

چنگیز : ؎ بد زبانی نہیں یہ تو ہے حماقت تیری
خیر معلوم ہوا آگئی شامت تیری
ارے کوئی ہے ؎
لے جاؤ اس کو قید کرو آج کی رات
خون پی لوں گا ترا ناشتۂ صبح کے سات [۱]

ناصر : خون ؟

سپاہی : بس بات نہ کر (ناصر کو پابہ زنجیر لے جانا)

چنگیز : او دشمن جانی ! اب کون بچائے گا زندگانی ؟

(نوشابہ کا آنا)

نوشابہ : وہ ذات جسمانی، وہ ذات رحمانی۔ اے عدم کے سونے والو، ذرا ہوش سنبھالو۔ قیامت آتی ہے، زمین تھراتی ہے۔

چنگیز : نوشابہ جانی کیا حال ہے ؟ کدھر خیال ہے ؟

نوشابہ : زمانہ کی بُرائی کے انجام کا خیال ہے۔

چنگیز : انجام ! اے دل آرام، کیا میری محبت کا انجام ؟

نوشابہ : آہ، کیا محبت کا انجام ابھی باقی ہے، جس کی دل کو مشتاقی ہے ؎
گئے وہ دن کہ راحت ملتی تھی دل کے لگانے سے
مزا ملتا ہے اب بھائی کو بھائی کے ستانے سے
تم جو اس قدر اُس کو ستاتے ہو، آخر کیا چاہتے ہو ؟

[۱] قافیہ کی وجہ سے یہ املا۔

چنگیز: موت موت، ناصر کی موت۔ جب تک اُس کے جسم میں روح کے ذرے دوڑتے رہیں گے تب تک موت۔ جب تک آگ میری تلوار کی اُس کے خون سے نہ بجھے گی تب تک موت، بس موت ؎

میں نے کیا گناہ تو پھر تم کو کیا غرض　　رنگیں ہے قتل گاہ تو پھر تم کو کیا غرض
دنیا ہوئی تباہ تو پھر تم کو کیا غرض　　روتے ہیں مہروماہ تو پھر تم کو کیا غرض
کرتے ہیں لوگ آہ تو پھر تم کو کیا غرض

نوشابہ: غرض؟ انسان کا فرض۔ وہ انسان نہیں، جس کے دل میں رحم اور ایمان نہیں۔

چنگیز: نوشابہ تو دیکھنے میں روئی، مگر چبھنے میں سوئی ہے۔

نوشابہ: مگر تم بھی دیکھنے میں امرت کی نہر ہو اور پینے میں زہر ہو۔

چنگیز: کیا میرے سینہ میں دل نہیں؟

نوشابہ: آپ کے سینے میں دل نہیں۔

چنگیز: ہیں، میرے سینہ میں دل نہیں۔

نوشابہ: اگر ہے تو سوراخ دار ہے، جن سوراخوں سے شیطان آتا جاتا ہے اور آپ کو بہکاتا ہے۔

چنگیز: نوشابہ، تو پری کی سی شکل پاکر چڑیلوں کی سی باتیں کرتی ہے۔

نوشابہ: اور آپ بھی فرشتوں کی سی شکل پاکر شیطانوں کی سی باتیں کرتے ہیں۔

چنگیز: بس بس چلی جا، او نادان عورت، چلی جا۔ ورنہ میری تلوار میان سے باہر آئے گی تو ناصر کی زندگی کے ساتھ تیری زندگی کی جڑ بھی کاٹ کر پھینک دے گی۔

نوشابہ: یہ تلوار جو دیکھنے میں اتنی چمکتی ہے، زندگی کی جڑ کاٹ سکتی ہے، مگر ایمان کی جڑ نہیں کاٹ سکتی۔

چنگیز: تو کیا میری بیوی ہو کر تم میرے کام میں شریک نہیں؟

نوشابہ: بے شک مظلوم سانپ کی ٹھیک ہے، مگر ظالم شوہر کی شراکت ٹھیک نہیں۔

چنگیز: خیر، شوہر کی نہیں تو دشمن ہی کی شراکت کرنا، ناصر کے ساتھ ہی قبر میں اُترنا

شوہر سے بڑھ کر دشمن جانی کا دھیان ہو، چل دور نا ہنجار یہاں سے دفان ہو۔[1]
(چنگیز کا غصے سے کانپتے ہوئے جانا)

نوشابہ: خود غرض مطلبی، تو نے ایک عورت کی محبت تو دیکھ لی۔ اب یہ دیکھنا کہ عورت تجھ سے نفرت کس طرح کرتی ہے۔

سین ختم

باب دوسرا ——— سین تیسرا

مکان حسینہ

جھنجھٹ: (آکر) اجی بیگم صاحبہ، آپ کے نام ایک پارسل کہیں سے آیا ہے۔

حسینہ: یا الٰہی، اپنا نہ پرایا، یہ پارسل کہاں سے آیا؟

جھنجھٹ: یہ تو مجھ کو خبر نہیں۔ باہر دو قلی لئے کھڑے ہیں۔ اگر حکم ہو تو اندر لے آؤں۔

حسینہ: دو قلی اور ایک پارسل! اچھا لے آؤ (پارسل کا آنا) جھنجھٹ دیکھ اس میں کیا بند ہے؟

جھنجھٹ: اجی اس میں ایک پہاڑی اُلو ہے اُلو۔

حسینہ: اچھا کھول تو سہی۔

جھنجھٹ: بہت اچھا کھولتا ہوں (کھول کر) دیکھئے بانو صاحبہ! پورا اُلو، بلکہ اُلو کا پٹھا ہے۔

حسینہ: ہائے جھنجھٹ، کہیں دم گھٹ کر تو نہیں مر گیا۔ ٹھیر میں خود دیکھتی ہوں (ہاتھ منہ پر رکھ کر دیکھنا، حماقت بیگ کا ہاتھ کا بوسہ لینا۔ حسینہ کا چلا جانا)

مرزا: چلی گئی۔ چلی گئی۔ ارے یار جھنجھٹ چلی گئی۔

[1] صحیح املا دفان ہے۔ زبانوں پر دفان ہے، اور یہاں قافیہ کی وجہ سے درست ہے۔ مرتب

جھنجھٹ: اجی چلی گئی تو میں ابھی بلا کر لاتا ہوں۔ کہئے مرزا صاحب، کیسے انگریزی طریقے سے آپ کو بلایا؟

مرزا: واقعی یار قاعدہ تو ولایتی تھا، مگر اُس روز جوتیاں بہت کھانی پڑیں۔

جھنجھٹ: اجی اس کا کیا فکر ہے ؎

سو جوتے سے کم رتبہ خالی نہیں ہوتا عزت وہ خزانہ ہے کہ خالی نہیں ہوتا

(حسینہ اور سلیم کا چھپ کر باتیں کرتے آنا)

حسینہ: دیکھو پیارے، تمہارے والد پھر آگئے۔ اگر یوں نہ آسکے تو پارسل بن کر آئے

سلیم: خیر پیاری تم جاؤ، ظاہرا محبت کا رنگ جماؤ۔ میں ابھی تھوڑی دیر میں آتا ہوں۔ تم کو ایک نیا سوانگ دکھاتا ہوں۔

حسینہ: (قریب آکر) ادہو میرے چاہنے والے نرالے آپ آموجود ہوئے۔

مرزا: ہاں پیاری میں آگیا۔ اب جلدی قاضی کو بلوانا چاہئے اور نکاح پڑھوانا چاہئے۔ ایسا نہ ہو کہ پھر بیچ میں گڑبڑ پڑ جائے۔

حسینہ: ہائے بلائے گا، بُلائے گا، جلدی نکاح پڑھوائے گا۔

(دونوں کا مل کر گانا)

جوان وہ لعاب پہ ہوں میں نثار، موئے کھوسٹ پہ ہوں میں نثار

(مرزا) تیری میری جوڑی بنی مزے دار

(حسینہ) اندھی کانی جوڑی بنی مزے دار

(مرزا) دولھا بنوں گا، گھوڑے پڑھوں گا اب نہ کرو تکرار

(حسینہ) مجھے بالی بھی لادو، بندے بھی لادو۔ جوتا گٹھادو موچی کے ہاتھ

(مرزا) ابھی لاؤں ابھی لاؤں ابھی لاؤں جانی، شادی کا کرو اقرار — تیری میری جوڑی .... بس اب میں جاتا ہوں دل دار

(سلیم کا دیو کی شکل میں آنا)

سلیم: بس خبردار!

مرزا: جان گئی پروردگار۔
سلیم: تو یہاں کیا کرنے آیا تھا؟
مرزا: جوتیاں کھانے آیا اور کیا کرنے آیا تھا۔
سلیم: ارے تو تو حسینہ سے شادی کرنے آیا تھا۔
مرزا: ارے یار کیوں جھوٹ بولتا ہے۔ حسینہ تو میرے چچا کی بیٹی ہے، میں اس سے ملنے آیا تھا۔
سلیم: پانچ مرتبہ اُٹھ بیٹھ کر، ورنہ میں تجھ کو کھا جاؤں گا۔
مرزا: اچھا بھائی! ایک، دو، تین۔
سلیم: ابے یہ کیا؟
مرزا: ذرا دم لیتا تھا۔
سلیم: دم لیتا تھا — تو پھر نئے سرے سے شروع کر۔
مرزا: ارے یہ تو حسینہ کا بھائی ہے۔ مگر یار تو ہے کون؟
سلیم: میں کالی کلکتہ والی کا بیر، یعنی بیر کلوا۔
مرزا: اچھا بھائی، ایک، دو، تین۔
سلیم: ابے کہاں چلا تھا؟
مرزا: ذرا ہوا کھاتا تھا۔
سلیم: ہوا کھاتا تھا کہ ہوا ہو جاتا تھا۔ اچھا یہ لے کاغذ اور پنسل اور لکھ کہ حسینہ میری ماں ہے۔
مرزا: یہ تو میں نہیں لکھوں گا۔
سلیم: نہیں لکھے گا تو میں تجھے کھا جاؤں گا۔
مرزا: اچھا باوا، حسینہ تیری ماں ہے۔
سلیم: ابے میری نہیں، تیری۔
مرزا: ابے تیری میری ایک ہی بات ہے۔
سلیم: نہیں جو میں کہتا ہوں وہ کر۔

مرزا: لیجئے باوا، حسینہ میری ماں ہے۔
سلیم: لکھ حسینہ میری بیٹی ہے۔
مرزا: ارے یار، میری جگہ تیری لکھ دوں تو کیا ہرج ہے؟
سلیم: ابے یہ "ٹرکا"۔
مرزا: لکھتا ہوں — حسینہ میری بیٹی ہے۔
سلیم: اچھا پھر تو یہاں نہیں آئے گا؟
مرزا: ارے نہیں باوا، اگر یہاں سے جاؤں گا تو تیرے نام کا ایک بکرا بھینٹ چڑھاؤں گا۔
سلیم: ہٹ تیرا باپ مرے۔
حسینہ: آج تو بہت ہی ذلت اُٹھائی ہے۔
سلیم: اجی مرتے مرجائیں گے، مگر اب ادھر نہ آئیں گے۔
جھنجھٹ: (اب ذرا سلیم کو بھی ہتھیلی پہ چاند دکھاؤں) اجی آئیں اور بیچ کھیت آئیں۔
سلیم: نہیں، کبھی نہیں۔
جھنجھٹ: نہیں تو ایک خط حسینہ سے اُن کے نام کا لے کر اُن کے پاس جائیں۔ اور پھر دیکھئے وہ لیتے ہیں یا انکار کرتے ہیں۔
حسینہ: ہاں ہاں پیارے آپ کو ضرور خط لے کر جانا چاہئے اور اُن کی بیوقوفی کو آزمانا چاہئے۔
سلیم: ارے ہیں، یہ تم کیا کہتی ہو؟ بیٹے سے باپ کی دلالی کراتی ہو؟
حسینہ: میرے پیارے اس میں دلالی کی کونسی بات ہے۔ یہ تو اُن کو آزمانا ہے، اُن کی بیوقوفی چھڑوانا ہے۔
سلیم: اچھا تم لوگوں کے کہنے سے جاؤں گا اور اُن کی بیوقوفی آزماؤں گا۔
حسینہ: ہاں پیارے، ابھی جانا۔

سلیم : ابھی تو ایک اور ضروری کام سے جانا ہے۔ بے قصور ناصر الدولہ کا پتہ لگانا ہے
جھنجھٹ : اجی میاں، جب آپ بھی اور سب لوگ بھی اُن کو بے قصور ٹھیراتے ہیں، پھر اُن کی رہائی کے واسطے کوشش کیوں نہیں فرماتے ہیں۔ اگر آپ سے نہ ہوسکے تو مجھ کو ہمراہ لیجئے، پھر دیکھ لیجئے میں کیسی حکمتِ عملی سے کام لیتا ہوں۔
سلیم : ارے بیوقوف یہ تیرے جیسے بے وقوف آدمی کا کام نہیں ہے۔
جھنجھٹ : اجی آپ چلئے تو سہی!
سلیم : اچھا آؤ۔

(جانا)

سین ختم

باب دوسرا ـــــ سین چوتھا

(مہ جبیں کا بحالتِ پریشانی آنا)

گانا

مہ جبیں :

چھوٹ جائیں غم کے ہاتھوں سے جو نکلے دم کہیں — خاک ایسی زندگی پر تم کہیں اور ہم کہیں
شکل راحت نہیں زمانے میں — جان جاتی ہے دل لگانے میں
کیا ترا کام بن گیا اے یاس — میری اُمید کے مٹانے میں
معلوم جو ہوتا ہمیں انجام محبت — لیتے نہ کبھی بھول کے ہم نام محبت

نثر : رخصت میری دنیا کی نعمت رخصت۔ بس ہمیشہ کے لئے رخصت ؎

جب تلک انجام بزمِ عشق کا کاشانہ تھا
شمع تھی اُمید دنیا اور دل پروانہ تھا
نشہ غفلت کا جب اُترا پھر تو ظاہر ہو گیا
خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا

قمر: امی جان کیا کرتی ہیں، چلئے نا مکان پر
مہ جبیں: بیٹا تیرا کدھر دھیان ہے، اب یہی ہمارا مکان ہے۔
قمر: اماں جان یہ تو ویران ہے، ہمارا تو بستی میں مکان ہے۔
مہ جبیں: بیٹا تو نادان ہے، بستی میں نہیں بیاباں میں مکان ہے۔

گانا

دو دن کی ہے راحت منزل۔ دو دن کا کاشانہ ہے
دو دن کی ہے راحت محفل دو دن کا خس خانہ ہے
سدا جہاں نہیں رہنا ہے، پھر جنگل یا ویرانہ ہے
ہے مسافر کمر کو باندھے آج آنا کل جانا ہے
جس کو کہتے ہیں دنیا وہ ایک مسافر خانہ ہے - دو دن کی ہے ....

(قمر کا سو جانا اور رستم کا آنا)

رستم: صبر صبر، اے وفاداری کے روشن ستارے، صبر۔ اگر ہمیشہ کے لئے نہیں تو تھوڑے عرصہ کے لئے صبر۔
مہ جبیں: کیوں صبر کی کیا ضرورت ؟
رستم: مرحوم شاہ کی آخری وصیت۔
مہ جبیں: وصیت ؟ کیا میرے پیارے کی آخری وصیت۔ بول بول دل بے آرام ہے، کیا وصیت ہے اور کیا کام ہے ؟

(رستم کا خط دینا اور مہ جبیں کا پڑھنا)

گانا: ہر گھڑی منقلب زمانہ ہے — یہی دنیا کا کارخانہ ہے
جو کہ تھے بادشاہ ہفت اقلیم — ہوئے جا کے وہ زیر خاک مقیم
نہ ہے شیریں نہ کوہکن کا پتہ — نہ کسی جا ہے نل دمن کا پتہ
بوئے اُلفت تمام پھیلی ہے — باقی اب قیس ہے نہ لیلی ہے

نشر: مبادا ہوا کا جھونکا برف کی طرح جم جائے، نظام شمسی کے ستاروں کی رفتار تھم جائے۔ زمین پورب سے پچھم کی طرف چلنے لگے، آفتاب دن کے بدلے رات کو نکلنے لگے۔ مگر جو مر گیا ہے اُس کا زندہ ہونا غیر ممکن ہے۔ لہٰذا اب تم غم کو دور کرو اور رستم جنگ کو اپنے بچے کا پدر اور اپنا شوہر منظور کرو۔ شوہر!
شوہر، یہ میں کیا پڑھ گئی!

رستم: مرحوم شاہ کی آخری وصیت۔

مہ جبیں: وصیت، او بے حمیت، کیا تو اس جعلی وصیت سے فائدہ اُٹھانا چاہتا ہے۔

رستم: رستم اپنے آقا کو دیا ہوا آخری قول نبھانا چاہتا ہے۔

مہ جبیں: رستم رستم! کیا یہی رستم بول رہا ہے۔

رستم: ہاں ہاں، یہی رُستم۔

مہ جبیں: او خدایا! یہ کیسا اندھیرا میری آنکھوں میں چھایا۔ او بے کس شہید اب تیری موت کا باعث میری سمجھ میں آیا۔ تو نے، او دغاباز تو نے، جس چنگیز کے نام سے تمام دنیا کانپتی تھی، اُس سے میرے شوہر کو اکیلا لڑایا۔ وہ شیر تھا، وہ دلیر تھا، وہ لڑا بھڑا۔ مگر تو نے او دغاباز اُسے نہ بچایا۔ اس جعلی وصیت سے فائدہ اُٹھانے کے لئے نمک حرامی کا داغ اپنے دامن پر لگایا۔

رستم: اوہ، کیسی لعنت بھری بدگمانی، کیسی سخت ناانصافی ہے

باوفائی کی کوئی قدر زمانے میں نہیں
آبرو زیرِ فلک خون بہانے میں نہیں

مہ جبیں: باوفا؟ جھوٹا مکار! اگر تجھ جیسے مکار کو دنیا وفادار کہے گی تو اُن جاں نثاروں کو کیا کہے گی ہے

جن کی جاں جنت گئی اور دھیاں پکاروں میں ہیں
ہاتھ فضول پر پڑے ہیں اور قبضے تلواروں میں ہیں

مر گئے پر تجھ سے ویسی ہی بے چاروں میں ہیں
تم وفاداروں میں ہو یا وہ وفاداروں میں ہیں

او دوزخ کیا تجھ میں اتنی آگ نہیں ہے جو اُس کی زبان کو جلا دے۔ اے پہاڑ کیا تجھ میں اتنے پتھر نہیں کہ اس بدکار پر برسا دے۔

رستم : جلادو، جلادو، بے شک جلادو۔ اگر میرے دل نے میری زبان کو یہ بات سکھلائی ہے تو اس کو جہنم کی دہکتی ہوئی آگ میں جلادو۔ اے عورت اگر یہ رستم ہی تیرا گنہگار ہے تو لے یہ حاضر تلوار ہے ؎

بھونک دے اس کو میرے سینے میں ہے مزا خاک ایسے جینے میں

مہ جبیں : نہیں نہیں تو جی، اپنی بدکاری کا انجام دیکھنے کے لئے۔ تو تو آخری وصیت سُنا چکا اب میری بھی آخری وصیت سُن لے۔ اس سے پہلے کہ میں تجھ کو شوہر کے نام سے پکاروں یا میرا لاوارث بچہ تجھے باپ کے نام سے بلائے وہ میری چھاتی سے قاتل زہر پی کے سو جائے گا اور میرا بھی اس کے بعد خاتمہ ہو جائے گا۔

رستم : او نادان عورت، او بدگمان عورت (اندر سے نوشابہ بیگم کا آنا) کیوں کیوں کیا ہے ؟

سپاہی : حضور میں نے ابھی ایک چنگیزی سپاہی سے خبر پائی ہے کہ شاہ ناصر نے جان نہیں گنوائی ہے۔

رستم : (خوش ہو کر) تو کیا شاہ مارا نہیں گیا ؟

سپاہی : نہیں حضور ابھی تک ہم غریبوں کا سہارا نہیں گیا۔

رستم : او خدا تیرا شکر کس زبان سے ادا کروں۔ اب چاہے آن جائے، شان جائے، جان جائے، ضرور شاہ ناصر الدولہ کو چھڑاؤں گا اور اپنی پیشانی سے بدنامی اور کلنک کا ٹیکا مٹاؤں گا (رستم کا جانا، بعد میں دو سپاہیوں کا آنا)

پہلا : بھائی ہم تو چلتے چلتے تھک گئے۔ اب کہیں بیٹھنے کا ٹھکانا ہو تو ذرا دم لیں۔

دوسرا : ہاں جتنے پہاڑی راستے ہیں اُن سب میں خرابیاں ہیں۔ اب انشاءاللہ کل اپنے کیمپ میں پہنچ جائیں گے۔

پہلا : (قمر کو دیکھ کر) ہیں یہ کون ؟

دوسرا : ارے یہ تو اپنے جانی دشمن کا کلیجہ ہے۔ خدا نے شاہ کے لئے تحفہ بھیجا ہے۔

چلو اگر بہت سا انعام لینا ہے تو اُس کو اُٹھا کر لے چلو۔ شاہ کی نذر گزرانیں گے اور باپ کے ساتھ بیٹے کو بھی ماریں گے (قمر کو اُٹھا کر لے جانا)

قمر: امی جان!

سپاہی: چپ شیطان۔

(دوبارہ مہ جبین کا آنا)

مہ جبیں:

گانا

نینن کو بھائے پیتم، دل میں سمائے پیتم
تم بن مورے سنوریا، ہمری چلی عمریا، جلدی لو کھبریا، برہا ستائے پیتم۔
چھٹ گئیں سکھیاں سگری، بھٹکت ہوں ڈگری ڈگری۔ ڈھونڈوں کون نگریا،
کون پردیس جائے پریتم (قمر کو آواز دینا)

قمر! قمر! کیا میں تجھ سے بھی بچھڑ گئی۔ مانگ کے ساتھ کوکھ بھی اُجڑ گئی۔ افسوس ایک دل اور دو داغ، ایک گھر دو چراغ (بے ہوش ہو جانا)

سین ختم

باب دوسرا ——— سین پانچواں

راستہ

(رستم کا لباس تبدیل کر کے آنا)

رستم: اے خدائے دو جہاں! واے مالکِ کون و مکاں! پیدا کنندۂ زمین و آسماں! اگر رستم کو کچھ اُمید ہے تو فقط تیری ہی ذات سے ہے ۵

اُمید وہ ہے جو شیروں کا کام لیتی ہے   اُمید وہ ہے جو گرتوں کو تھام لیتی ہے

اے نادان عورت، تو نے مجھ پر جھوٹا الزام لگایا، خطاوار ٹھیرایا --- مگر یہ سامنے سے

کون آتے ہیں۔ کوئی نیک دل انسان، یا چنگیزی فوج کے شیطان۔ ذرا چھپ کر دیکھوں۔

سلیم: ارے چل، بڑھ بڑھ کے باتیں نہ کر۔ اتنی سی جان اور گز بھر لمبی زبان! یہ کام تم جیسے معمولی آدمی کا نہیں ہے۔

جھنجھٹ: اجی میاں جتنا چھوٹا ہوں اتنا ہی کھوٹا ہوں۔ اگر یقین نہیں آتا تو آزما لو۔

سلیم: ارے نادان، میری رائے بیکار ہے۔ اس کام کے لئے کوئی صاحب شجاعت شخص درکار ہے۔ اگر ایسا آدمی مل جائے تو اپنا کام انجام پائے۔ اور بے گناہ ناصر الدولہ چھوٹ جائے۔

رستم: ارے، یہ تو میرے آقا کا ذکر کرتے ہیں اور اسی کا نام لیتے ہیں۔

جھنجھٹ: مگر ایسا آدمی ملنا دشوار ہے۔

رستم: (سامنے آکر) تیار ہے، تیار ہے، جیسا آدمی تم چاہتے ہو ویسا ہی تمہاری مدد کو تیار ہے۔

سلیم: ہیں تم کون؟

رستم: گو میں ایک شخص پرایا ہوں۔ مگر جس کا تم ذکر کرتے ہو اُس کا وفادار، ادنیٰ رعایا ہوں سہ

اس قدر ظلم سے چنگیز کے بیزار ہوں میں
ساتھ کیا جان تلک دینے کو تیار ہوں میں
بات میری جو نہ باور ہو نوشتہ لے لو
شاہد انساں کے عوض چاہو فرشتہ لے لو

جھنجھٹ: بے شک میاں، یہ آدمی اجنبی تو معلوم ہوتا ہے۔ مگر اس کی زبان سے سچائی کی بو آتی ہے۔ ضرور اس کو شریک بنانا چاہئے اور بے گناہ ناصر الدولہ کو ظالم کے پنجے سے چھڑانا چاہئے۔

سلیم : غیر شخص کو ساتھ لیتے ہوئے طبیعت ڈرتی ہے، مگر آپ کے چہرے سے سچائی ٹپکتی ہے۔ چلو ہم تم ایک جگہ بیٹھ کر صلاح کریں۔ پھر اس کام میں ہاتھ ڈالیں۔

(تینوں کا جانا)

سین ختم

باب دوسرا —— سین چھٹا

جیل خانہ

دلیر خاں : کیوں بھائی شیر خاں!

شیر خاں : ہاں بھائی دلیر خاں!

دلیر : رات کتنی گئی ہوگی؟

شیر : یہی کوئی بارہ بجے ہوں گے (حماقت بیگ کا آنا)

مرزا : خبردار ہوشیار، جاگتے رہو۔ سونے سے بھاگتے رہو۔

دلیر : اوہو، مرزا صاحب آپ ہیں؟

مرزا : اور کون تمہارے باپ ہیں۔ ارے بھائی نوکری کرنے آئے ہو یا حکومت کرنے۔ اگر ایسا ہی سونا ہے تو بڑا قبرستان دریافت کرتا ہوا چلا جا۔

دلیر : اجی مرزا صاحب، اس وقت کون دیکھتا ہے۔ رات دن تو پہرہ دیتے دیتے تھک گئے۔

مرزا : اور میں تمام فوج کا گشت کرکے آرہا ہوں۔ چکر لگاتے لگاتے حیران ہوگیا ہوں مگر تم نے پانچوں سواروں میں نام تو لکھوالیا۔ پر کچھ قواعد وغیرہ بھی آتی ہے؟

دلیر : قواعد کس چڑیا کا نام ہے؟

مرزا: کیا قواعد نہیں آتی ؟
دونوں: نہیں ۔
مرزا: اچھا تو سیدھے کھڑے ہو جاؤ، میں تمہیں سکھاتا ہوں ۔
دونوں: اچھا سکھاؤ ۔
مرزا: اچھا تو سیدھے کھڑے ہو جاؤ — ہیں یہ کیا کیا ؟
دونوں: اجی ہم تو ویسے ہی کھڑے ہیں ۔
مرزا: ابے پھر ؟
شیر: اور دیکھئے میرے ہاتھ کو وہ گھٹنے سے لقوہ ہو گیا ہے ۔
مرزا: ابے کنگال جیب سے ہاتھ نکال ۔
دلیر: (ہاتھ نکال کر) اب سر ڈال دوں ؟
مرزا: لمبے اونٹ، تیری جیب ہے یا ولایتی بوٹ ؟ اگر نہیں سیکھتے تو میں جاتا ہوں ۔
دونوں: سیکھتے کیوں نہیں، مرزا صاحب، سیکھتے ہیں ۔
مرزا: اچھا تو سیدھے کھڑے ہو جاؤ — دم دھوس اُف اُف ۔
دلیر: ٹھیرئیے مرزا صاحب ٹھیرئیے ۔
مرزا: کیوں ؟
دلیر: آپ کے پاؤں میں گھنگرو باندھ دوں ۔
مرزا: اس سے کیا ہو گا ؟
دلیر: مزا ہو گا ۔ اجی آپ انگریزی ناچ ناچتے ہیں نا ۔
مرزا: ابے تو کیا تو نے مجھے بھانڈ کا لڑکا مقرر کیا ہے ۔ لو میں جاتا ہوں ۔
دلیر: اجی ٹھیرو ٹھیرو، مرزا صاحب ۔ دو گھڑی یاروں میں دل بہلاؤ اور مزے اُڑاؤ ۔ پھر جہاں جی چاہے جاؤ ۔
مرزا: ارے پاس کچھ کھانے پینے کو بھی ہے ؟
دلیر: اجی کھانے کو نہیں، پینے کو ہے ۔

مرزا: کیا؟
دلیر: وسکی۔
مرزا: کس کی؟ ارے یار اس کی جس کی ہو لے آؤ۔

(شراب لانا اور پینا)

دلیر: ہاں مرزا صاحب، وہ آپ کیا گانا گایا کرتے تھے — پلیٹ میں جھپیٹ میں

گانا

مرزا: میری جانی شراب، ارغوانی شراب، آجا۔ تجھے ڈالوں میں پیٹ میں، جی میرا آیا تیری لپیٹ میں۔ کوفتے پسندے منگا کر پلیٹ میں، تجھ کو پیوں گا سلیٹ میں[1]

یارو خطا معاف کرو، میں نشہ میں ہوں
شیشے میں مجھے صاف کرو، میں نشہ میں ہوں
یوں کہتے ہیں مرزا حماقت بیگ، سنو بھائی
تم بیچ کے گھر پی جاؤ، پاس نہ ہو گر پائی
چوکو نہ یارو السلیٹ[1] میں —— میری جانی شراب، ارغوانی شراب ......

(اندر سے جھنجھٹ کا گانا) مزا دیتے ہیں کیا یار.... (گانے کی آواز)

مرزا: ہیں یہ کیسی آواز ہے؟
دلیر: مرزا صاحب، معلوم نہیں یہ کس کی آواز ہے۔
مرزا: میں دیکھوں؟ (دیکھ کر) ارے یارو، یہ تو کوئی لنڈی منڈی رنڈی ہے۔

گانا

جھنجھٹ: مزا دیتے ہیں کیا یار، تیرے بال گھونگریالے
نکلی مرے دل سے آہ، جاتا تھا وہ رشک ماہ، دیکھا، دشمن کے ہمراہ
دونوں ہاتھ گلے میں ڈالے

[1] ـــــــ کا بگڑا ہوا مزاحیہ تلفظ۔

پہلے تھی مجھ سے تکرار، اب کیوں کرتا ہے پیار، اب تو تیری طرف سے یار
میرے دل میں پڑ گئے چھالے
تیری بھویں ہیں یا شمشیر، تیری چتون ہے یا تیر، تیری آنکھیں بت بے پیر
جیسے زہر بھرے دو پیالے
کوئی دم کا ہوں مہمان، ایک نظر ادھر بھی جان، تیری آنکھوں کے قربان
او منہ پھیر کے جانے والے

مرزا: بھلا، بیگم صاحبہ آپ کا نام؟

جھنجھٹ: بندی کا نام ہے دل آرام۔

مرزا: آپ کا مکان؟

جھنجھٹ: آنکھ کی کوٹھری اور دل کا دالان۔

مرزا: بھلا آپ کے پاس وہ تو ہو گا؟

جھنجھٹ: کیا؟ بے واؤ پیش بو، س الف زبر سا۔

مرزا: کیا؟ بھوسہ تو کسی بقال کے پاس ہو گا۔ یہاں تو ملتا ہے لات اور گھونسا۔

شیر: اچھا بی صاحب، کوئی عمدہ سا گانا سناؤ۔

جھنجھٹ: اجی گانے کا تب مزا ہے کہ دور بھی چلتا رہے، بندی کا دل بھی بہلتا رہے۔
گر پاس ہو شراب تو پیمانہ بھی چلے — گانے کا جب مزا ہے کہ میخانہ بھی چلے

دلیر: اجی شراب تو ہمارے پاس نہیں ہے۔

جھنجھٹ: آپ کے پاس نہیں ہے تو میں خود لاتی ہوں۔

دلیر: مرزا صاحب، لاتی ہے لاتی ہے۔

جھنجھٹ: (خود سے) اب شراب میں دھتورا ملا کر ان سب کو تو ہٹاتا ہوں، اور شاہ ناصر الدولہ کو چھڑاتا ہوں۔

گانا

جھنجھٹ: بنوا دو جان مورے سلمہ ستارے کی انگیا ۔ موئے درزی نے انگیا

بگاڑی ، میں تو پہنوں بنارس کی ساڑھی ۔ اُس پہ گوٹے کناری کی انگیا۔ اجی بنوادو
اپنے سیاں کی میں ہوں بھولی ۔ میں تو پہنوں گی ریشم کی چولی ۔
جس میں اعلیٰ مسالا ہو ۔ ہاں اُس پہ کھلتی ہزارے کی انگیا ۔ اجی بنوادو ۔۔
مرزا : کیوں بی صاحب پھر تو وہی گانا سُنانا۔ ترے ہجر میں یار مر گئے سسر سالے
اور پھر گانا "مجھے منگوا دو جان پلاؤ متنجن کی ہنڈیا"۔
جھنجھٹ : اجی جناب ، کیا یہ مسافر خانہ ہے ۔
مرزا : اجی ہاں مسافر خانہ ۔ اس میں تیس تیس برس رہتے ہیں ۔
جھنجھٹ : اجی کیوں میاں ، ہم کو بھی اس جیل خانہ کی سیر کرائیے گا۔ میں بھی کیا یاد
کروں گی ، جیل خانہ کے سرداروں سے دوستی ہوئی تھی ۔
مرزا : پیاری کو جیل خانہ کی سیر کراؤ (سب نشہ میں)
دلیر : سب سے پہلے میں سیر کراتا ہوں ۔
شیر : نہیں ، پہلے میں سیر کراتا ہوں ۔
جھنجھٹ : اجی لڑتے کیوں ہو۔ باری باری سے سب سیر کرانا۔ کیا مجھے بھاگ کر
کہیں جانا ہے۔ مگر یہ کیا ہے ؟
مرزا : اجی یہ بھی ایک قسم کا قید خانہ ہے ۔ اِس میں قیدی کو جکڑتے ہیں ۔
جھنجھٹ : کس طرح جکڑتے ہیں ۔
مرزا : پہلا پاؤں اس میں ڈالا۔
دلیر : دوسرا پاؤں اس میں ڈالا ۔
جھنجھٹ : اجی پاؤں ! یہ تو آپ نے ہاتھ ڈالا۔
دلیر : ہاتھ ڈالا ہے تو لو پاؤں لو ۔
شیر : میرا پیر اس میں ڈالو ۔
جھنجھٹ : مگر اس سے فائدہ کیا ہوا ؟ جب چور کے جی میں آئے گا تختہ اُٹھا کر فوراً
باہر نکل جائے گا ۔

مرزا: بڑا نکلنے والا، کوتوال کا سالا، ابھی تو ایک اور ہے باقی مسالا۔
جھنجھٹ: وہ کیا ہے جنابِ والا؟
مرزا: کنجی اور تالا۔ تالے میں کنجی کو ڈالو۔
جھنجھٹ: ڈالا۔
مرزا: تالا لگا کر کنجی نکالو!
جھنجھٹ: نکالا۔ یہ لو اب پڑ گیا تالا۔
مرزا: تو پھر قیدی بھی پکڑا گیا میری خالہ!
جھنجھٹ: واہ رے تیری دانائی۔ (سیٹی بجانا، رستم کا آنا، ناصر کو باہر نکالنا)
رستم: آپ سیاہ چوغہ پہن کر نکل جائیے۔ اور میں چنگیز کو اس قید کا مزا چکھا کر ابھی آتا ہوں۔
ناصر: مگر بھائی، میری رہائی کی تدبیر کس طرح ہاتھ آئی۔
رستم: عالی جاہ، اس وقت بات کرنے کا موقع نہیں ہے۔ آپ یہاں سے نکل جائیے۔ پھر کسی وقت عرض کروں گا۔
(ناصر الدولہ اور رستم کا جانا۔ سلیم کا آنا)
سلیم: کون؟ ابا جان! ہائے قسمت!
(کاٹھ سے چھڑا کر حماقت بیگ کو لے جانا)
مرزا: پیاری کہاں لئے جاتی ہو، دل آرام؟
جھنجھٹ: دیکھ لے خواری کا انجام۔

سین ختم

باب دوسرا ـــــــ سین ساتواں

محل

مرزا: اس کمبخت نے مجھے شراب پلا کر بالکل بے ہوش کر دیا۔ یہ تو اچھا ہوا کہ مجھے جلد ہی ہوش آ گیا اور سر پہ پاؤں رکھ کر بھاگا۔ خدا جانے اُن بچارے سپاہیوں پر کیا غضب شیطانی ٹوٹا (نوکر کا آنا) کیوں کیا ہے؟

نوکر: حضور ایک اجنبی شخص آپ سے ملنا چاہتا ہے۔

مرزا: ہیں، کہیں اُس دن کی طرح کلوا بیر تو نہیں آیا۔ اچھا آجائیے (سلیم کا آنا) کیوں بھائی تو کون ہے اور کیوں آیا ہے؟

سلیم: حضور، بندہ ایک امیرزادہ ہے مگر آج کل دلالی کے پیشہ پر آمادہ ہے۔

مرزا: ہیں دلال؟ گھوڑے کا یا مکان کا؟

سلیم: عورت کا۔

مرزا: اجی آپ تو دل لگی کرتے ہیں، یہ کوئی پیشہ نہیں۔

سلیم: بے شک یہ کوئی پیشہ نہیں۔ صرف غریب ہونے کی وجہ سے یہ پیشہ اختیار کیا ہے۔

مرزا: کیوں؟

سلیم: سنئے، اس لئے کیا ہے کہ میں نے اپنی ساری دولت عیاشی اور عیش و عشرت میں اڑا دی اور میرا باپ بھی میری معشوقہ پر عاشق ہو گیا۔

مرزا: تمہارا باپ، تمہاری معشوقہ یعنی بہو پر عاشق ہو گیا۔

سلیم: جی ہاں!

مرزا: اور تم نے اُس کو منع نہ کیا؟

سلیم: اجی کئی دفعہ کیا۔ ایک دن وہ میری معشوقہ کے گھر اس سے ملنے کو آیا۔

تو میں اپنی معشوقہ کا باپ بن کر وہاں آیا اور اُس کو بہت ذلیل کیا۔

مرزا: ارے یہ تو میرا اور حسینہ کا واقعہ ہے۔ کہیں چھپ کر دیکھ تو نہیں لیا[۱]۔ یار تمہارا باپ بڑا ہی بے وقوف تھا، جو اپنی بہو پر عاشق تھا، اچھا پھر تو وہ کبھی نہ آیا ہوگا۔؟

سلیم: اجی پھر آئے — مگر اب کے نئی ترکیب سے آئے۔ یعنی پارسل میں بند ہو کر آئے۔

مرزا: اچھا تو پھر تم نے کیا ترکیب نکالی؟

سلیم: جی میں نے بھوت بن کر اُن کی گردن دبالی۔

مرزا: ارے کیا خوب (خود) یہ تو بالکل میرا اور حسینہ کا قصہ ہے۔ مگر حسینہ کا نام نہیں — یار تمہارا باپ بالکل اندھا ہے جو اپنے بیٹے کو نہیں پہچانتا۔ اچھا آگے کیا ہوا؟

سلیم: پھر میں نے اُن کو ایک کاغذ اور پنسل دے کر کہا کہ لکھ، میری معشوقہ میری ماں ہے۔

مرزا: ارے کیا خوب! یہ تو اُس نے کبھی نہ لکھا ہوگا۔

سلیم: جی، سب لکھ دیا۔

مرزا: تمہارا باپ بھی بڑا اُلو کا پٹھا تھا۔ اگر اس وقت میرے سامنے ہوتا تو پچاس جوتے لگاتا۔

سلیم: اجی نہیں نہیں، ابّا!

مرزا: ابے تو آدمی ہے یا گھاس کا ڈبہ

سلیم: اجی آپ کچھ خیال نہ کریں۔ کیونکہ میرے باپ کی آپ سے شکل ملتی جلتی ہے۔ اس لئے زبان سے بے ساختہ نکل گیا۔

مرزا: ملتی جلتی ہے۔ غریب کا تو کوئی باپ نہیں بنتا۔ اور امیر کے سو بیٹے بننے کو تیار ہیں۔

[۱] علیحدہ

سلیم : پھر تو جناب اُنھوں نے ناک سے لکیریں کھینچیں کہ پھر میں یہاں کبھی نہ آؤں گا۔ مجھے زندہ یہاں سے جانے دے، میں تیرے نام پر بکرا چڑھاؤں گا۔

مرزا : اچھا تو یہاں کس لئے آیا ہے ؟ کیا اپنے باپ کی طرح مجھے بھی بیوقوف بنانا چاہتا ہے ؟

سلیم : جناب عالی ! میں آپ کے پاس حسینہ کا خط لے کر آیا ہوں۔

مرزا : کیا، حسینہ کا ؟ حسینہ کا خط ؟

سلیم : جی ہاں حسینہ کا خط۔

مرزا : یار واہ، پھر تو تو نے مجھ پر بڑا احسان کیا، جو حسینہ کو مجھ پر مہربان کیا۔ (خط پڑھنا) اے میرے چاہنے والے، متوالے، نرالے ! مجھ کو اس وقت سو ڈگری بخار ہے۔ تم جلدی آؤ اور مجھ سے نکاح پڑھاؤ۔ مگر تم اپنی اصلی حالت میں نہ آنا۔ کیونکہ اُس دن کی طرح اگر کلوا بیر آگیا تو پھر خرابی ہوگی۔ اس لئے تم بھنگی کے لباس میں آنا۔

مرزا : نہیں یہ نہیں ہوسکتا۔

سلیم : اجی، محبّت کی خاطر لوگ سب کچھ کرتے ہیں۔

مرزا : اچھا یار، یہ بازی بھی کھیلیں گے۔ اب تو جا، میں جاتا ہوں اور جھاڑو والے سے اُس کا لباس لاتا ہوں اور بھنگی بن کر آتا ہوں۔

سلیم : بہت اچھا۔

مرزا : ارے، بہت اچھا۔ کہیں میری کُرسی اُٹھا کر نہ لے جانا (جانا)

سین ختم

باب دوسرا ——— سین آٹھواں

پچھلا محل

نحوست : ارے ہائے ہائے حسینہ ! تیرا ستیاناس ہو جائے۔ اری او شیطان کی خالہ تو نے میرے بھولے بھالے شوہر کو کس علت میں ڈالا۔ جھنجھٹ ! کیا سچ مچ بوڑھا ہر روز ایسے سوانگ لاتا ہے ؟

جھنجھٹ : اجی تو کیا بندہ آپ کو جھوٹ سناتا ہے۔

نحوست : ارے خدا کرے وہ مرے، اُس کا چاہنے والا سڑے۔

جھنجھٹ : لو اور سنو، اپنے بیٹے کو آپ کوستی ہے۔

نحوست : جھنجھٹ، کیا حسینہ سچ مچ دیوانی ہو گئی ہے۔

جھنجھٹ : اجی بالکل شیطان کی نانی ہو گئی ہے۔ کل ہی بریلی کے پاگل خانے سے آئی ہے

نحوست : خیر میں جاتی ہوں، اُسے اچھی طرح ٹھیک بناتی ہوں۔ حرامزادی کا دیوانہ پن بھلاتی ہوں

جھنجھٹ : مگر بیگم، وہاں تم خالی ہاتھ نہ جانا۔

نحوست : کیا مجھ سے لڑے گی ؟ میں چوٹی کاٹ لوں گی مُردار کی۔ اچھا چل تو سہی دیکھا جائیگا۔

جھنجھٹ : ہاں ہاں چلو، سب جمع خرچ حسینہ کے گھر وصول ہو جائے گا۔ (جانا)

سین ختم

باب دوسرا : ——— سین نواں

خواب گاہ

(چنگیز کا سوتے ہوئے نظر آنا اور بہکنا)

چنگیز : موت ! قتل ! اے ناپاک پلیدو، مجھے جہنم میں نہ جھونکو۔ میرے سینے میں خنجر نہ بھونکو۔

(نوشابہ کا خنجر لے کر آنا)

نوشابہ: اے دلِ ناداں ٹھہر، اے ضبطِ ہمت صبر کر۔ اے آنکھ مت رو ؎

گر یونہی آنسو کا طوفاں او رُم بھر گیا
یاد رکھنا تم کو یہ دل خون ہو کر بہہ گیا

یہ شمع جل رہی ہے اسے بجھا کر میں پھر روشن کر سکتی ہوں۔ مگر اے بزمِ حیات کی جاں سوز شمع! اگر تجھ کو بجھاؤں گی تو تجھے کیسے روشن کروں گی ؎

دیکھ لوں جی بھر کے تجھ کو آج اے روشن چراغ
لیکن اس سے پہلے کر لوں روشن اپنے دل کے داغ

مگر اس ظالم کا زندہ رہنا ٹھیک نہیں۔ اُف خون، خون، خون۔

(نوشابہ کا حملہ کرنا چاہنا۔ رستم کا باہر نکل کر نوشابہ کا ہاتھ روکنا) کون؟

رستم: ایک انسان؟

نوشابہ: اگر تو انسان ہے تو دیکھ یہ تیرا دشمن شیطان ہے۔

رستم: آخر اس بے وفائی کا سبب؟ کج ادائی یا دنیا کی بھلائی!

نوشابہ: زمانہ کی بھلائی۔

رستم: اگر تم زمانہ کی بھلائی کے لئے اپنے گھر کا چراغ بجھاتی ہو تو خدا تم کو اس کا اجر نیک دے گا۔ مگر اس خونی کام کے لئے یہ نازک ہاتھ نہیں بلکہ پتھر کے ہاتھ درکار ہیں۔ خنجر مجھے دیں۔ آپ تشریف لے جاویں۔

نوشابہ: ؎
تمہارا قول مرے دل نشین کیونکر ہو
تمہاری بات کا مجھ کو یقین کیونکر ہو

رستم: اے ملکۂ ذی وقار، رستم جنگ کا اقرار۔

نوشابہ: ہیں کون؟ رستم جنگ، بھائی ناصر کا سپہ سالار۔ بس مجھے ہے اعتبار ؎

پھرتے نہیں ہو تم کبھی اقرار سے اپنے
میں جاتی ہوں غفلت نہ کرو کار سے اپنے (جانا)

رستم: اخاہ! انسانوں میں فرشتہ، باغ میں گلاب کا پھول۔ مبارک ہیں وہ انسان جو اوروں کی بھلائی کے لئے اپنا گھر برباد کرتے ہیں۔ اوروں کا چراغ روشن کرنے کے لئے اپنا چراغ گُل کرتے ہیں۔ یا ربّ ذوالکرام، مظلوموں پر یہ ظلم اور ظالموں کو یہ

بیدارام: بس اس کی زندگی ہے میرے حوالے۔ ایک وار میں جھگڑا پاک (قریب جاکر، چنگیز کے سینہ پر گھٹنا رکھ کر اُس کو بیدار کرنا) اُٹھ چنگیز اُٹھ۔

چنگیز: تو کون؟

رستم: تیری موت کا سامان۔

چنگیز: پہرہ گیر!

رستم: چپ شریر! پہرہ گیر کے آنے سے پہلے میرا ہاتھ چل جائے گا۔ یہ بالشت بھر کی چھری تجھے ہمیشہ کے لئے خاموش کر دے گی۔ تو خاک کا ڈھیر ہو جائے گا ایک پل میں، روح تیری تڑپتی ہو گی جہنم میں۔

چنگیز: اس بے ادبی کا سبب، آخر تو کون ہے بے ادب!

رستم: او بدلگام! نہیں سُنا رستم جنگ کا نام؟

چنگیز: کون؟ رستم جنگ! ہائے افسوس۔

رستم: ہیں چنگیز تو تو کانپتا ہے۔ تو تو خدا کے خوف سے بھی نہیں کانپتا تھا، اب موت کے ڈر سے کیوں کانپتا ہے؟

چنگیز: کیا تو میری جان لے گا؟

رستم: نہیں، یہ بات میرے دل میں آتی تو تیرے بند حشر تک نہ کھلنے پاتے ؎
لعنت بزدل ہیں جو سوتوں پہ وار کرتے ہیں   وہ شیر ہیں جو جگا کر شکار کرتے ہیں۔

(رستم کا خنجر پھینک دینا۔ چنگیز کا اُٹھ کر کہنا)

چنگیز: حیرت! تعجب! دشمن اور رحم!

رستم: تعجب کا کون سا مقام ہے۔ رحم کرنا بہادروں کا ادنیٰ سا کام ہے ؎
آن یہی، بان یہی، شان یہی ہے   دنیا میں جواں مرد کی پہچان یہی ہے

چنگیز: اگر قتل کرنا منظور نہ تھا تو پھر یہاں آنا کیا ضرور تھا؟

رستم: چنگیز! میں تجھے چھری اور کٹاری سے نہیں مارنے آیا ہوں بلکہ تیرے حلق میں نصیحت کا زہر اتارنے آیا ہوں۔

چنگیز: اگر نصیحت سے ملک و دولت حصول ہو تو ایک بار کیا ہزار بار قبول ہو۔
رستم: او نادان! زردار تو ہی ذی مقدور ہے جس کے دل سے حرص و لالچ کو سوں دور ہے
دانائی عقل سے ہے سن و سال سے نہیں زردار دل سے ہوتا ہے کچھ مال سے نہیں
چنگیز: رستم تو نے میری جان بچائی ہے، دشمنی میں دوستی دکھائی ہے۔ مانگ جو چیز مانگنی منظور ہے۔
رستم: مانگتا ہوں، اگر آپ دو چیزیں دیں تو مانگتا ہوں۔
چنگیز: دو چیزیں۔
رستم: ہاں، دو چیزیں۔
چنگیز: کیا؟
رستم: عدل و انصاف اور ظلم سے انحراف!
چنگیز: جس دل میں ان کمزور چیزوں کا خیال ہے۔ اس کا دلیر ہونا محال ہے!
رستم: تو وہ دل نہیں بلکہ سوکھی ہوئی ڈالی ہے جو پھلنے پھولنے سے پہلے مرجھانے والی ہے۔ او اسیر حرص دو دن جینا اور اس قدر کینہ۔ پانی سے بنا ہوا دل اور آگ سے بڑھ کر قاتل۔
چنگیز: بس ہو چکا ہو چکا۔
نوشابہ: (آکر) کیا ہو چکا؟ قتل و خون؟
چنگیز: کیسا قتل و خون، او مجنون؟
نوشابہ: کیا ابھی تک یہ زندہ ہے؟ او دغا باز فریبی سردار، تو نے صرف مجھ ہی دغا نہیں کی، بلکہ اپنے بھائیوں اور شاہ ناصر کے ساتھ دغا کی۔
چنگیز: تو کیا تو ہی میرے قتل کے واسطے یہاں لائی تھی؟
نوشابہ: بے شک، میں مکرتی نہیں ہوں۔ یہ خنجر میرا ہی دیا ہوا ہے مگر افسوس کہ اس نے دغا کی۔ یہ کام خود کرنے کا تھا جو میں نے اس نامرد کے سپرد کیا۔
چنگیز: افسوس اگر مجھ کو معلوم ہوتا کہ تو وہ بے وفا چڑیا ہے تو اس پنجرے کو جو تیری محبت

کی رگوں سے بنا ہوا تھا توڑ دیتا اور تیری محبت کو ہمیشہ کے لئے چھوڑ دیتا ۔

ایسا کیا جو موم سے آہن بھی نہ کرتا   وہ وار کیا تو نے جو دشمن بھی نہ کرتا

اچھے سے بُرا نیک سے بدظن بھی نہ کرتا

نوشابہ : ظالم، میرے وار کا تو نے اتنا ملال کیا اور اپنے وار کا ذرا بھی نہ خیال کیا، جس نے ایک زمانہ کو حلال کیا۔

رستم : اب آپ اندر جاتی ہیں یا حجت بڑھاتی ہیں۔

نوشابہ : نہیں، اب گھر کے اندر نہیں قبر کے اندر جاؤں گی، جہاں اس جیسے مکار کو جگہ نہ ملے گی۔

چنگیز : ۔   اب اماں تیرے لئے او ستم انگیز نہیں

گر ترا خون نہ پی لوں تو میں چنگیز نہیں

رستم : ہیں ہیں، یہ کیا جنون ہے، کیا انسان کے پینے کی چیز خون ہے ؟

چنگیز : بس بس! ارے کوئی ہے؟ (سپاہی کا آنا) لے جاؤ اس کا سر کاٹ لو، ہڈیاں اور خون چاٹ لو۔

نوشابہ : بس آخری سلام، اے نامنصف سردار سلام۔ او خدا کے پکے گنہ گار سلام ۔

نہیں پائے گا مرض غم کی دوا میرے بعد   پائے گا ظلم و ستم کا تو مزا میرے بعد

یاد آئے گی تجھے میری وفا میرے بعد

میں جاتی ہوں مگر اتنا کہے جاتی ہوں کہ تو بھی اس ظلم و ستم کا نتیجہ جلدی پائے گا۔

چنگیز : بس بس، میں اب کچھ نہیں سننا چاہتا۔ لے جاؤ اس نافرانی کو میرے سامنے سے۔ اس کی بوٹیاں نوچ کر چیل کوؤں کو کھلا دو۔ اس منحوس صورت کو صفحہ ہستی سے مٹا دو۔

رستم : رحم کر چنگیز، رحم!

چنگیز : نہیں، ہرگز نہیں۔

رستم : افسوس (رستم کا جانا چاہنا، چنگیز کا روکنا)

چنگیز: ٹھیر رستم ٹھیر۔ تو نے میری جان بخشی کی ہے اس لئے میں تجھے بغیر ہتھیار نہیں دیکھنا چاہتا (تلوار دے کر) یہ ایک دشمن کی تلوار ہے۔ مگر سچے دوست کی یادگار ہے ؎

رہیں گے ہم بہم بس استخواں و پوست کی صورت
ملیں گے دشمنوں سے اور رہیں گے دوست کی صورت

رستم: پہلے تو نوشابہ پر رحم کر، پھر میں بھی مان جاؤں گا، بلکہ تیرا دوست بن جاؤں گا۔

چنگیز: دوستی کا انعام کس طرح دینا چاہئے، یہ میں خوب جانتا ہوں۔

رستم: اور لوگوں کی بھلائی کو کس طرح بھول جانا چاہئے، یہ بھی میں خوب جانتا ہوں۔

سپاہی: اے شہنشاہِ ذی حشم، لشکرِ دشمن کا رنگ ڈھنگ جاکر دیکھ آئے ہم۔ اور آتے آتے ایک مژدہ ہاتھوں ہاتھ لائے ہم، یعنی کہ اپنے دشمنِ جانی کا کلیجہ ساتھ لائے ہم۔

رستم: ہیں، کون قمر؟

قمر: چچا جان!

چنگیز: پھینک دو، شیطان کے بچے کو، دریا میں پھینک دو۔

رستم: چنگیز معاف کر اسے۔

چنگیز: لڑائی کے وقت اس کا سر کاٹ کر نیزہ پر چڑھاؤں گا اور اس کی ماں کو فتح کی مبارکباد دینے جاؤں گا۔

رستم: چنگیز، جو رستم کسی کے آگے نہ جھکا تھا اب اپنے مالک کے بچہ کے لئے تیرے آگے سر جھکاتا ہے۔ رحم کر، رحم کر۔

چنگیز: کبھی نہیں، ہرگز نہیں۔

رستم: چنگیز، میں تجھ سے بھیک مانگتا ہوں۔

چنگیز: کیا؟

رستم: اس کی جان۔

چنگیز: بس بس، اب اگر تاخیر ہوگی تو تمہاری زندگی بھی اخیر ہوگی۔

رستم : تو بدکار، سمجھ کہ یہ تلوار تیری دی ہوئی نہیں، بلکہ خدا کی بخشی ہوئی غیبی مدد ہے لے ہوشیار ہو جا اور سنبھل۔

(قمر کو لے کر لڑتے ہوئے فرار ہونا۔ پل کے پار ہو جانا۔ پل پر بجلی کا گرنا۔ پل کا ٹوٹ جانا۔ سپاہیوں کا اِس طرف اور رستم کا اُس طرف کھڑا نظر آنا)

ڈراپ سین

باب تیسرا ——— سین پہلا

محل

گانا : من دھرو دھیر، موری سجنی، ہاں دھرو دھیر، دن رین چپت ہوں سجنی۔ ہاں رو کے پھٹتی چھتیاں۔ کیسی ہائے صورتیاں۔ توہے چین نہیں دن رین، ہاں دھرو دھیر۔ تمہاری زاری، موری پیاری، سن سن کے اُٹھت ہے پیر، دکھ سگرے پیارے، توری نینوا کا لگا دے تیر۔ من دھرو دھیر موری سجنی۔۔۔!

نثر

پہلی : ہمارے شاہ آئے۔

دوسری : سچ ! ہائے !

تیسری : تیرے سر کی قسم !

دوسری : لیکن ادھر نہ آنے دینا اُن کے قدم۔

پہلی : ع گل سے جلنا کیا بُرا ہے بلبلِ بے برگ کا

دوسری : ع یک بیک ملنے سے ڈر ہوتا ہے شادی مرگ کا

ناصر : کیا بہت ہی حال تباہ ہے ؟

پہلی: حضور! اب خدا پر نگاہ ہے۔
ناصر: آخر کچھ اس کی وجہ بھی پائی۔
دوسری: آپ کا صدمہ اور قمر کی جُدائی۔
ناصر: افسوس ۔ ایک آفت سے تو مر مر کے ہوا تھا جینا
پڑ گئی اور یہ کیسی مرے اللہ! نئی
مہ جبیں: اے ستارو، میرے ناصر کو نہ مارو۔ قمر کے کپڑے بھی نہ اُتارو۔ اے چاند، میرے قمر کو پکڑ کر کیوں مارتا ہے؟ قمر، میرا قمر۔
سب: جی؟
مہ جبیں: میرا قمر کہاں ہے؟
سب: رستم جنگ کے پاس۔
مہ جبیں: کون رستم جنگ؟
سب: آپ کا وفادار
مہ جبیں: نہیں نہیں، وفادار نہیں ہے، عصمت کا شکاری ہے۔ آہ پانی نہیں برسا، ارے بھاگ بھاگ، آگ لگنے کی تیاری ہے۔
سب: کہاں کہاں؟
مہ جبیں: وہاں وہاں۔ (سب کا جانا۔ مہ جبیں کا ہاتھ میں مشعل لئے گاتے ہوئے آنا)

گانا

تمہیں کون انزیت سکھائی۔ سُن ساجن موری سدھ بسرائی۔ اے آسمان ظالم، پتی
رین ستی اتی دُرگتی۔ تن من تج کہ برہن نس دن پل چھن، گن گن، تڑپ تڑپ
پتی کٹھن۔ اب ملت کہاں ہمرا سکھ درشن۔ تمہیں کون ......
نثر: جل آئی نورانی مشعل، رات آگئی، اندھیری چھاگئی ۔
دل کو جلایا، جسم کو اور جان کو جلا گذری ہے آدھی رات اب ارمان کو جلا
(مہ جبین کا آگ لگانے کا ارادہ کرنا ۔ ناصر کا روکنا)

ناصر: ہیں ہیں، پیاری مہ جبیں، یہ کیا کرتی ہو۔
مہ جبیں: رب العالمین مجھے بچا، مجھے بچا۔
ناصر: پیاری، میں کوئی غیر نہیں، تمہارا شوہر ناصر ہوں۔
مہ جبیں: نہیں نہیں، ناصر کو تو موت نے مارا۔ قبر میں گیا وہ میرا پیارا۔ تم اُس کی روح ہو یا اُس کا بھوت۔
رستم: (قمر کو لے کر آنا) کیوں کیوں خیر ہے؟
ناصر: خیر ہے یا خدا کا قہر ہے۔
قمر: امی جان!
مہ جبیں: کون؟ میرا قمر۔ نہیں، قمر کی روح، قمر کا بھوت۔ ہٹ جا، سرک جا۔

(جانا)

سین ختم

باب تیسرا ——— سین دوسرا

محل

حسینہ: ارے جھنجھٹ! کیا نحوست سچ مچ دیوانی ہو گئی ہے؟
جھنجھٹ: اجی بانو صاحبہ، بالکل شیطان کی نانی ہو گئی ہے۔
نحوست: ارے جھنجھٹ؟
حسینہ: ہیں یہ کون؟
جھنجھٹ: اجی یہ تو نحوست بیگم کی آواز ہے۔
نحوست: ارے دروازہ کھول۔
حسینہ: بیگم صاحبہ بندگی۔
نحوست: میں نے تیری سب کرتوت دیکھ لی۔

حسینہ : میری کیا کرتوت آپ نے دیکھی ؟
نحوست : تو نے ہی تو میرے شوہر کو پھسلایا ہے -
حسینہ : جھنجھٹ کیا یہ سچ کہتی ہے ؟
جھنجھٹ : اجی تم بھی سُناؤ -
حسینہ : بیگم صاحبہ ! دیکھئے میرے ساتھ ایسی بد کلامی نہ کیجئے -
نحوست : جھنجھٹ تو سچ کہتا تھا کہ حرامزادی لڑائی بغیر بات ہی نہیں کرتی -
جھنجھٹ : اجی تم کیا دیکھتی ہو ، خوب سناؤ -
نحوست : تو کیا مجھ سے لڑے گی ؟ یہ جوتی بھی دیکھی ہے ؟
حسینہ : یہ لکڑی بھی دیکھی ہے ؟
جھنجھٹ : چخ چلی -
نحوست : (گانا) چل چل دیوانی ، تو تو ہو گئی دیوانی
سلیم : ہیں ہیں ، یہ کیا ہے ؟
حسینہ : دیکھو پیارے ، تمہاری اماں جان کہتی ہیں کہ تو نے ہی میرے شوہر کو پھسلایا ہے -
سلیم : نہیں نہیں اماں جان ! اس نے نہیں پھسلایا ہے - وہ دیکھئے سامنے سے جناب آتے ہیں - ذرا چھپ کر ان کا تماشا دیکھنا چاہیے -
مرزا : کہو دوست کیسی کہی ؟ یار شکر ہے کہ اس شکل میں تو مجھے کوئی نہیں پہچان سکتا - شکر ہے کہ جھنڈو بھنگی سے میری جان پہچان تھی جو یہ لباس مل گیا ، ورنہ بڑی مشکل ہوتی -
حسینہ : کیوں پیارے ، تم آ گئے ؟
مرزا : ہاں پیاری میں آ گیا -
حسینہ : اب تمہیں کوئی نہیں پہچان سکتا ، کیونکہ تم پورے ماسٹر بن گئے - اگر خدانخواستہ فوج میں سے نوکری چھوٹ جائے تو کمیٹی میں درخواست دے کر گٹرس ماسٹر ہو سکتے ہو -

مرزا: اور آہستہ آہستہ کمیٹی کے ممبر ہو جائیں گے پھر تو کسی کو بھی خاطر میں نہ لائیں گے، اپنے ہی بھائیوں کے گلے پر چھری چلائیں گے اور مرزا حماقت بیگ کے بدلے خان بہادر مرزا صاحب کہلائیں گے۔

گانا

صورت سیرت میں چندا، ہر فن میں کامل ہے بندا۔ شکل مچھندر، عقل میں بندر خاصے قلندر۔ بن کر ممبر، گھر گھر پھر کر ٹیکس لگائے گا بندا، واہ واہ واہ خوب نکالا یہ دھندا۔ تیرے بھلے میں، سب کے گلے میں، ٹیکس کا ڈالوں گا پھندا

صورت سیرت میں .....

ساروں میں، یاروں میں، بھنگی چماروں میں، دھوبی کہاروں میں، پاؤں گا نام۔
کرسی پہ بیٹھوں گا، یاروں میں اینٹھوں گا، دولت سمیٹوں گا، میں صبح شام۔
خان بہادر بن کے، زر لوں گا اور گھر رشوت سے بھر لوں گا، چال چلوں گا تن کے۔
میری تیری جوڑی، ایک اندھا ایک کوڑھی۔ مطلب پائیں گے من کے۔ صورت سیرت میں .....

نشر

حسینہ: لو پیارے، کوئی سامنے سے آتا ہے۔ جھاڑو دینا شروع کرو۔

جھنجھٹ: کم بخت کیا آہستہ آہستہ جھاڑو دیتا ہے۔

مرزا: ارے ہائے ہائے مر گیا۔

جھنجھٹ: اوہو، آپ ہیں جناب والا۔ میں سمجھا تھا گھر کا جھاڑو دینے والا۔

مرزا: ہرت تیرے باپ کا منہ کالا۔

مرزا: آئی تھی ہے؟ اسے بھی میرے بغیر چین نہیں آتا۔ مگر یہ اتنی بڑی کیوں ہو گئی؟ ہاں، شاید شادی کی خوشی میں بڑھ گئی — اچھا ذرا آنکھ تو ملاؤ —، ہائے ہائے۔

سلیم: اوں ہوں۔

مرزا:- تری اداؤں سے مجھ کو سرور ہوتا ہے　　خطا معاف ہو مجھ سے قصور ہوتا ہے
سلیم : ارے چھوڑ چھوڑ میرا بدن چور ہوتا ہے۔
مرزا : ارے اس میں اتنا زور کہاں سے آگیا۔ پیاری ذرا اپنا منہ تو ہم کو دکھاؤ۔
سلیم : اجی یہ تو میں ہوں آپ کی سبز پری۔
مرزا : واہ رے استاد زمانہ، کیا آپ نے مجھ کو اپنے باپ کی طرح بیوقوف جانا۔
سلیم : اجی نہیں، میرے دل میں آیا کہ ذرا آپ سے دل لگی کروں۔
مرزا : اچھا، ذرا اپنے بے وقوف باپ کا قصہ تو بیان کرو۔
سلیم : لو سنو۔ جب میں شکل بدل کر خط لے کر اس کے پاس گیا تو حکم پاتے ہی میری پیاری کے گھر پہنچا۔
مرزا : پھر بھی اس اُلّو نے تم کو نہ پہچانا
سلیم : اجی، بالکل نہ جانا۔
مرزا : اس وقت لباس کیا پہنے تھا؟
سلیم : یہی جو آپ پہنے ہیں۔
مرزا : واہ واہ، کیا کہنے۔۔ اچھا پھر؟
سلیم : پھر کچھ دیر تو ہم نے اُن کی حرکتوں کو دیکھا بھالا۔
مرزا : پھر؟
سلیم : پھر میں نے اپنی نقلی داڑھی جو شکل چھپانے کے واسطے لگا رکھی تھی اُتار ڈالی۔ پھر تو سب نے کہا سلیم تھا۔
سب : سلیم تھا؟
مرزا : او، کون سلیم؟
سلیم : ابا جان! تسلیم۔
مرزا : اور یہ کون؟ نحوست۔ کم بختوں نے پہلے سے میرا گھر اُڑانے کو بارود تیار کر رکھا تھا
نحوست : کم بخت، اتنی بڑی داڑھی اور بھنگی کی پوشاک۔

مرزا: دیکھو دیکھو، نحوست، ڈاڑھی کی مسخری نہ کرو۔
نحوست: چپ بے شرم۔
مرزا: اری واہ ری میری کڑک مرغی۔
نحوست: کم بخت اتنی ذلت پاکر بھی ہنستا ہے۔
مرزا: ہنستے ہی گھر بستے ہیں۔
سلیم: اباجان، یہ سب کمبخت جھنجھٹ کی شیطانی ہے۔
حسینہ: اسی نے مجھ سے کہا کہ نحوست بڑا چلتا سیلانی ہے۔
نحوست: اور اسی نے مجھ سے کہا کہ حسینہ دیوانی ہے۔
جھنجھٹ: اجی اس میں کیا آنا کانی ہے۔ یہ تو یاروں ہی کی کارستانی ہے۔
مرزا: ٹھیریے، میں ابھی اس کو ٹھیک کرتا ہوں (مارنا)
جھنجھٹ: بس حضور، بندہ بھول گیا۔
مرزا: کہو دوست کیسی کہی؟ (سب کا جانا)

سین ختم

باب تیسرا ——— سین تیسرا

جنگل

چنگیز: افسوس، ذلّت، تباہی۔ رستم کیسا دلیر شیر۔ اگر رستم کی آدھی ہمت بھی میرے سپاہیوں میں ہوتی تو آج یوں ذلت نہ اُٹھانی پڑتی۔

سپاہی: بچانا سرکار۔

چنگیز: کون؟ میرا شکار، ناصر بدشعار۔ مجھے خاک میں ملانے والے، اب کہاں ہیں تیری جان بچانے والے؟

نوشابہ: یہ روح بھٹکے گی میری جب تک جسم ترا فگار ہوگا
خوشی نہ ہوگی مجھے میسّر نہ تیرا جب تک مزار ہوگا

چنگیز: کس قدر تیز ہے اس کی گفتار میں اثر۔ اگر زندہ ہے تو لیتا ہوں تیری خبر۔ اگر ہوگی روح تو نہ ہوگا تجھ پر تلوار کا اثر۔

سپاہی: لے لوں اب تو عوض بھائی کے خون کا۔

چنگیز: یہ کیا کام کیا تو نے جنون کا؟

رستم: ظالم! نتیجۂ جوئے بد کام ہے یہی۔ دنیا میں اہلِ ظلم کا انجام ہے یہی

چنگیز: رستم، میرا غصہ تجھ کو دوست سمجھ کر چھوڑتا ہے اور تو مجھ پر یہ ستم توڑتا ہے۔

رستم: جہاں میں ظلم سے تیرے مچا اندھیرا ہے　　جہاں کا گر ہے تو دشمن تو پہلے میرا ہے

چنگیز: چرکے دیتا ہے مجھے تو نشترِ گفتار سے　　یوں نہیں سمجھا اگر تو لے سمجھ تلوار سے

رستم: بول، اب کیا تیرا غرور ہوگیا، نشہ غرور کا کہاں کافور ہوگیا؟

ناصر: (آکر) رحم، پیارے رستم، رحم!

رستم: عالی جاہ! اگر اس کو بھی کسی پر رحم کرنا آتا تو مجھ کو بھی اس پر ضرور رحم آتا۔

چنگیز: نہیں نہیں، مجھ کو اب ہلاک کر ڈالو، سب سے پہلے میرا سینہ چاک کر ڈالو ؎

دعا کرو نہ ہزاروں میں شرمسار کرے　　دعا کرو کہ خدا میرا بیڑا پار کرے

نہ تو شیشہ ہی ملا اور نہ ساغر پایا　　ساقیا ہم تری محفل سے یہ ارماں نکلے

ناصر و نوشابہ: ہیں ہیں خیر ہے۔

چنگیز: کچھ نہیں، ملکِ عدم کی سیر ہے۔

رستم: کیوں اب قتل کی دہشت طاری ہوئی، جو خودکشی کی تیاری ہوئی۔

چنگیز: ؎ سکتے بیٹھے تھے مرے ہر شہر اور انبوہ میں　　زلزلہ تھا نام سے میرے زمین و کوہ میں

ہائے قسمت سے وہ سارا ولولہ جاتا رہا　　ایسا کچھ دیکھا کہ دل کا حوصلہ جاتا رہا

ناصر: اگر پہلے سے یہ خیال ہوتا تو کیوں ایسا حال ہوتا۔

چنگیز: عزیز ناصر، میرے پچھلے گناہوں کی سزا مجھے ندامت میں ڈبوتی ہے۔ مجھے معاف کرو، میری طرف سے دل صاف کرو۔

رستم: آپ بھی عالی جاہ، نوشابہ کی طرف سے دل صاف کریں۔ کیونکہ جب میں قمر کو آپ کی خوابگاہ سے لیکر فرار ہوا تو راہ میں اُن سپاہیوں سے دوچار ہوا۔ وہ آپ کا حکم بجا لارہے تھے اور اس بے گناہ کا خون بہا

سب ہی سے سمجھانے کے طور پر کہا۔ جب وہ نہ مانے تو زبردستی لے کر فرار ہو گیا۔

چنگیز: پیاری نوشابہ کے علاوہ تیرا بھی گنہ گار ہوں۔ تم دونوں میرا قصور معاف کرو۔

نوشابہ: پیارے چنگیز مجھے اس سماعت سے بڑی خوشی حاصل ہوئی۔ ایک تو آپ کا راہِ نیک پہ آنا دوسرے مہ جبین کا جو بھائی ناصر کے غم میں دیوانی ہو گئی تھی۔ حکیم صاحب کی دوا سے صحت پانا

چنگیز: بھائی ناصر، اب ایک خوشی کا دن مقرر ہو، تاکہ یہ تاج میرے ہاتھ سے تیرے زیبِ سر ہو۔

سین ختم

باب تیسرا ——— سین چوتھا

تخت

چنگیز: ؎ دنیا کی پاؤ سروری، تاج عدالت گستری
مل کر مبارکباد دیں جن و بشر حور و پری
دل شاد ہو، آباد ہو، دشمن سدا ناشاد ہو
تاحشر محو داد ہو پاؤ جہاں کی سروری

سب: آمین! آمین! آمین!

مرزا: حضور! ایسی خوشی کا وقت آیا، مگر بندہ نے انعام نہ پایا۔ عقل دیتے وقت تو خداوند تعالیٰ بھول گئے اور انعام دیتے آپ بھولے جاتے ہیں

چنگیز: کیا مرزا صاحب، ابھی تک آپ کو انعام نہیں ملا؟

مرزا: نہیں حضور! ابھی تک تو کچھ نہیں پایا۔

چنگیز: اچھا مل جائے گا۔

جھنجھٹ: اچھا چلو، آج سے آپ کو گھسیاروں کا جمعدار بنایا

مرزا: چپ بے نالائق!

(سہیلیوں کا ناچنا اور پردے کا اوپر سے گرنا)

تمام شد

آغا حشر مرحوم کے دوسرے ڈرامے

رستم و سہراب		۱—۸—۰
ترکی حور		۱—۸—۰
خوبصورت بلا		۱—۸—۰
یہودی کی لڑکی		۱—۸—۰
آغا حشر اور اُن کے ڈرامے	وقار عظیم	۴—۰—۰

آغا حشر مرحوم کے دیگر ڈرامے زیر طبع ہیں

کراچی آفس

اُردو اکیڈمی سندھ

مشن روڈ کراچی ۱